جامعہ دارالتقویٰ
لاہور کا ترجمان

ماہنامہ

دارالتقویٰ

لاہور

رَبِیعُ الْاَوَّل
۱۴۴۷ھ
ستمبر 2025ء

محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے آخری رسول ہیں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام تبع بادشاہ کا تاریخی خط

اُمتیوں پر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقوق

محسن عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک

جشن میلاد کیسے منایا جائے؟

Features & Facilities

- ☑ Computer Lab
- ☑ Science Lab
- ☑ Library
- ☑ Modern Education In An Islamic Environment
- ☑ Moral Grooming Of Students

0328-4877877 @systemtaqwaschool
62 Old Rifle Range Chauburji Park, Lahore

ترجمان جامعہ دارالتقویٰ لاہور

ماہنامہ دارالتقویٰ لاہور

بدعاء حضرتِ اقدس ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

جلد 15 ربیع الاول ۱۴۴۷ھ ــــ ستمبر 2025ء شمارہ 3

زیر سرپرستی: حضرت مولانا یوسف خان صاحب مدظلہ

مدیر: حضرت مولانا اویس احمد صاحب مدظلہ

مدیر مسئول: مولانا محمد سلیمان بن محمد یوسف صاحب

مجلس مشاورت
- حضرت مولانا عثمان صاحب
- حضرت مولانا عامر رشید صاحب
- حضرت مولانا جمیل الرحمٰن صاحب

مجلس ادارت
- مفتی محمد اسامہ
- مولانا ذوالکفل
- حافظ فہد اعوان

خط و کتابت کا پتہ

دفتر ماہنامہ دارالتقوی جامع مسجد الہلال چوبرجی پارک لاہور

فون نمبر: 03214432106 : 03214432142

سالانہ رسالے کے اجراء کے لیے مذکورہ پتہ پر منی آرڈر کریں

مقام اشاعت

جامع مسجد الہلال
چوبرجی پارک لاہور

بینک اکاؤنٹ نمبر

1591001820660001
ٹائٹل اکاؤنٹ دارالتقویٰ ٹرسٹ
ایم آئی بی (مسلم کمرشل بینک)

Email Address
Monthlydarultaqwa@gmail.com

اس دائرے میں سرخ نشان مدت خریداری کے ختم ہونے کی علامت ہے

فی شمارہ : 100 روپے

سالانہ بدل بمع ڈاک خرچ 1500 روپے

مطبع: شرکت پرنٹنگ پریس

ترجمان جامعہ دارالتقویٰ لاہور

ماہنامہ دارالتقویٰ لاہور

فہرست

ربیع الاول ۱۴۴۷ھ ---- ستمبر 2025ء

حرف اولیں

ایمان اور وطن کا دفاع — محمد سلیمان بن محمد یوسف — 5

درسِ قرآن

محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے آخری رسول ہیں — مولانا عاشق الٰہی بلند شہریؒ — 9

مقالات ومضامین

محسن عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم — حضرت مولانا نعیم الدین صاحب — 17

اُمتیوں پر جناب نبی اکرم ﷺ کے حقوق — مفتی محمد راشد محمود ڈسکوی — 20

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام تبع بادشاہ کا تاریخی خط — مفتی فیضان صاحب — 28

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک — محمد سرفراز شریف — 33

جشن میلاد کیسے منایا جائے؟ — بنت رفیق — 38

قسط وار مضامین

معروف حدیث قدسی کا تحقیقی جائزہ — مولانا جواد الٰہی صاحب — 40

دعوتی خطوط کے جوابات — ادارہ — 46

سوانح: داعی الی اللہ حضرت مولانا سعید احمد خاں مہاجر مدنیؒ — مولوی فہد اعوان — 50

گلدستہ ارشادات ومکتوبات حضرت جیؒ — مولانا ذوالکفل صاحب — 53

نکلتے سورج کا ملک جزائر فجی کا ایک سفر — شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ — 55

آرزو — مفتی محمد جریر اسعد — 58

دارالافتاء والتحقیق

تبصرہ کتب — مفتی محمد جریر اسعد — 59

آپ کے مسائل کا حل — دارالافتاء والتحقیق — 61

اخبار الجامعہ

شب و روز — محمد سلیمان بن محمد یوسف — 65

حرف اولیں

ایمان اور وطن کا دفاع

ستمبر کا مہینہ پاکستانی قوم کے لیے غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے۔ یہ مہینہ ہمیں ایمان اور وطن کی حفاظت کے وہ اسباق یاد دلاتا ہے جو ہماری اجتماعی تاریخ کا حصہ ہیں۔

ایک مسلمان کی زندگی کا سب سے بڑا سرمایہ ایمان ہے، اور ایمان کی بنیاد نبی آخرالزماں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ختمِ نبوت پر ہے۔ یہ عقیدہ ایسا بنیادی اصول ہے جس پر کوئی سمجھوتہ نہیں کیا جاسکتا۔ تاریخ گواہ ہے کہ جب بھی اس عقیدے پر حملہ ہوا، مسلمانانِ پاکستان نے جان و مال قربان کر کے اس کا دفاع کیا۔ 7 ستمبر 1974ء کا وہ دن ہماری تاریخ میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے جب پاکستان کی پارلیمان نے متفقہ طور پر قادیانی فتنہ کو غیر مسلم قرار دیا۔ یہ فیصلہ دراصل امتِ مسلمہ کے اجتماعی ایمان اور ختمِ نبوت کے ابدی قلعے کی جیت تھی۔

اسی مہینے کا دوسرا روشن باب 6 ستمبر 1965ء کا یومِ دفاع ہے۔ جب دشمن نے ہماری آزادی پر شب خون مارنے کی کوشش کی، تو پاکستانی قوم سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن گئی۔ فوجی جوانوں نے سرحدوں پر جانوں کا نذرانہ پیش کیا، اور قوم نے اپنی صفوں میں اتحاد و ایثار کی مثال قائم کی۔ یہ معرکہ ہمیں یاد دلاتا ہے کہ وطن کا دفاع محض فوج کا فریضہ نہیں بلکہ ہر شہری کا ایمان ہے۔ جیسے ایمان کا دفاع فرض ہے ویسے ہی سرزمینِ پاکستان کی حفاظت بھی ہر مسلمان کا دینی و ملی فریضہ ہے۔

پھر اسی مہینے کے ساتھ ربیع الاول کی مبارک ساعتیں بھی وابستہ ہیں۔ یہی وہ مہینہ ہے جب اللہ

تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو رحمت للعالمین بنا کر اس دنیا میں بھیجا۔ آپ ﷺ کی سیرت ہی وہ روشنی ہے جو ہمیں بتاتی ہے کہ ایمان اور وطن کا تحفظ کس طرح ہوتا ہے۔ آپ ﷺ نے مکہ میں عقیدہ و ایمان کی حفاظت کے لیے قربانیاں دیں، اور مدینہ منورہ میں اسلامی ریاست قائم کر کے عملی طور پر دکھایا کہ ایمان اور سرزمین دونوں کا دفاع کس طرح کیا جاتا ہے۔

آج جب ہم یوم دفاع اور ختم نبوت کا تحفظ کے علاوہ ربیع الاول میں عشق نبی ﷺ کا اظہار کرتے ہیں اور پاکستان جو لا الہ الا اللہ کی بنیاد پر بنا تو پھر کیوں پاکستان میں مساجد کو گرایا جاتا ہے گذشتہ دنوں اسلام آباد میں مسجد گرائی گئی جس کی وجہ سے مسلمانوں کی دل آزاری ہوئی کیونکہ مساجد عبادت گاہیں بلکہ ایمان اور مسلمانوں کی شناخت کی علامت ہیں۔ دین اسلام شعائر کا تمسخر کرنا اس بات کی طرف اشارہ ہیں کہ دفاع کی ضرورت آج بھی باقی ہے چاہے وہ ایمان کا دفاع ہو یا وطن کا اگر ہم نے غفلت برتی تو دشمن ہماری سرحدوں کے ساتھ ساتھ ہماری روحانی بنیادوں پر بھی حملہ آور ہوگا۔

یوں دیکھا جائے تو ختمِ نبوت کا عقیدہ، یومِ دفاع کی قربانیاں، الگ عنوانات نہیں بلکہ ایک ہی سلسلے کی کڑیاں ہیں۔ یہ ہمیں یہ پیغام دیتے ہیں کہ ایمان اور وطن کا دفاع لازم و ملزوم ہیں۔ اگر پاکستان ہے تو یہ ایمان کے اظہار کی آزادی کا قلعہ ہے، اور اگر ایمان ہے تو پاکستان کی بنیادیں مضبوط ہیں۔

لہٰذا آج کی ضرورت ہے کہ ہم بحیثیت قوم ایک بار پھر عزم کریں کہ جس طرح ہمارے بزرگوں نے ختمِ نبوت اور وطن کی سرحدوں کے لیے جانیں قربان کیں، ہم بھی اپنے ایمان اور وطن کے دفاع میں کبھی پیچھے نہیں ہٹیں گے۔

سیلاب آزمائش، کوتاہی، سیرت نبوی ﷺ رہنمائی

پاکستان اس وقت ایک بار پھر بارشوں اور سیلاب کے مہلک طوفان سے دوچار ہے۔ بستیاں اجڑ رہی ہیں، کھیتیاں برباد ہیں، بچے بھوک اور بیماری کے سامنے لاچار ہیں، اور ہزاروں خاندان کھلے آسمان تلے اپنے کل اور مستقبل کے غم میں مبتلا ہیں۔ یہ سب کچھ محض ایک قدرتی حادثہ نہیں بلکہ ایک آئینہ ہے جو ہمیں ہماری اجتماعی کوتاہیوں اور بے تدبیریوں کا چہرہ دکھا رہا ہے۔

بارش دراصل اللہ کی رحمت ہے، مگر جب یہی رحمت زحمت میں بدل جائے تو سوچنا پڑتا ہے کہ ہم

نے کہاں غلطی کی؟ نکاسئ آب کے ناقص انتظامات، برساتی نالوں پر قبضے، دریا کے کنارے غیر قانونی تعمیرات اور جنگلات کی اندھی کٹائی نے زمین کے توازن کو بگاڑ کر رکھ دیا ہے۔اور سب سے بڑھ کر اللہ رب العزت کی نافرمانی عبادات اور معاملات میں کوتاہی یہ سب انسانی غفلتیں اور بدانتظامیاں ہیں جنہوں نے رحمت کو عذاب کی صورت میں بدل ڈالا۔قرآن نے یہی کہا تھا:

"ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ"

خشکی اور تری میں فساد انسان کے اپنے اعمال کی وجہ سے پھیل گیا۔

آج کے حالات میں ہمیں دو پہلوؤں پر غور کرنا ہوگا: ایک طرف توبہ و استغفار کے ذریعے اپنے رب کی طرف رجوع، اور دوسری طرف عملی اقدامات کے ذریعے اپنی کوتاہیوں کا ازالہ۔ہمیں یہ ماننا ہوگا کہ صرف حکومت کے منصوبے کافی نہیں، جب تک معاشرہ خود ذمہ دار نہ بنے۔شہروں کو صاف رکھنا، نکاسئ آب کے راستے کھلے رکھنا، درخت لگانا، تجاوزات ختم کرنا اور پانی کے ذخائر محفوظ بنانا اور خالق کائنات کو نافرمانیوں سے ناراض نہ کرنا یہ سب اجتماعی فرض ہیں اور سیرتِ نبوی ﷺ کی تعلیمات کا حصہ ہیں۔

موجودہ صورتحال ہمیں رسول اللہ ﷺ کی سیرت کی طرف لے جاتا ہے۔ مدینہ میں آپ ﷺ نے صرف عبادات پر زور نہیں دیا بلکہ معاشرتی اور شہری نظام کو بھی درست فرمایا۔آپ ﷺ نے درخت کاٹنے سے منع فرمایا۔راستے کھلے رکھنے، پانی کو ضائع یا آلودہ نہ کرنے، ماحول کو آباد رکھنے اور باہمی تعاون کو دین کا لازمی حصہ قرار دیا۔گویا ایمان صرف مسجد کی چار دیواری میں محدود نہیں بلکہ ایمان کے ستر سے زائد شعبہ جات ہیں جو گلی کوچوں، شہروں اور معاشرتی نظم میں بھی جھلکتا ہے۔

اس دکھ کی گھڑی میں خوش آئند پہلو یہ ہے کہ اہلِ مدارس اور علماء کرام اپنے متاثرہ بھائیوں کے شانہ بشانہ کھڑے ہیں۔ کہیں طلبہ اپنی کتابیں اور بستے چھوڑ کر امدادی سامان تقسیم کر رہے ہیں، کہیں مساجد اور مدارس کو پناہ گاہوں میں بدلا جا رہا ہے، اور کہیں علماء کرام اپنی امت کو ایثار و قربانی کے جذبے کی یاد دلا رہے ہیں۔ یہ منظر دراصل اس بات کا اعلان ہے کہ امت کا دینی طبقہ صرف درس و تدریس تک محدود نہیں بلکہ جب قوم پر آفت آتی ہے تو وہ سب سے پہلے صفِ اوّل میں کھڑا ہوتا ہے۔ اس دکھ اور آزمائش کی گھڑی میں جہاں قوم کے مختلف طبقات متاثرین کے ساتھ کھڑے ہیں، وہیں

جامعہ دارالتقویٰ ٹرسٹ، لاہور بھی ہے۔ جامعہ دارالتقویٰ ٹرسٹ ،لاہور نے حسبِ روایت رفاہی خدمت کے میدان میں پیش قدمی کرتے ہوئے ایک منظم قافلہ متاثرہ علاقوں کی طرف روانہ کیا، جس نے اپنے مصیبت زدہ بھائیوں فوری دادرسی کی یہ قافلہ صرف سامانِ امداد ہی نہیں بلکہ جذبۂ ایثار، قربانی اور ایمان کی حرارت بھی اپنے ساتھ لے کر گیا۔

جامعہ دارالتقویٰ نے اپنے وسائل، اپنی دعائیں اور اپنے کارکنان کو اس کارِ خیر کے لیے وقف کر دیا۔ یہ دراصل اس حقیقت کا اعلان ہے کہ جامعہ دارالتقویٰ محض ایک درسگاہ نہیں، بلکہ ایک ایسا ادارہ ہے جو قوم کے دکھ درد میں اپنا کردار ادا کرتا ہے اور عملاً ثابت کرتا ہے کہ دین کی تعلیم صرف مصلے اور درسگاہ تک محدود نہیں، بلکہ مصیبت کی ہر گھڑی میں اپنے بھائیوں کے ساتھ کھڑا ہونا بھی ایمان کا تقاضا ہے۔

آخر میں لمحۂ فکریہ یہ ہے کہ کیا ہم اپنے مسلمان بھائیوں کو مصیبت و آزمائش میں مبتلا دیکھ کر بے حسی اور غفلت کا شکار رہیں گے، یا پھر ایک زندہ و بیدار امت بن کر اپنے ایمان، اپنے شعائرِ اسلام اور اپنے وطن کی حفاظت کے لیے اٹھ کھڑے ہوں گے؟

اللہ ربّ العزت سے دعا ہے کہ وہ ہمارے پیارے ملک پاکستان کو امن و عافیت کا گہوارہ بنائے، اس کے باسیوں کو سلامت رکھے اور ہمارے مصیبت زدہ بھائیوں کی مدد و نصرت فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

والسلام
محمد سلیمان بن محمد یوسف
مدیر مسئول

درسِ قرآن: انوار البیان

از: مولانا عاشق الٰہی بلند شہریؒ

محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے آخری رسول ہیں

۞...سورۃ احزاب...۞...آیت نمبر 40 ۞

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ o بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ ٱللَّهِ وَخَاتَمَ ٱلنَّبِيِّينَ وَكَانَ ٱللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا o

ترجمہ: ”تمہارے مردوں میں سے محمد کسی کے باپ نہیں ہیں اور لیکن اللہ کے رسول ہیں اور نبیوں کی مہر ہیں اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔“

تفسیر: محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) خاتم النّبیین ہیں اس آیت کریمہ میں اول تو یہ فرمایا کہ تم میں جو مرد ہیں یعنی بالغ افراد ہیں محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان میں سے کسی کے نسبی والد نہیں ہیں، اس میں اس بات کی نفی ہے کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کسی بھی ایسے شخص کے والد ہوں جو رجولیت کے حدود میں داخل ہوگیا ہو، اس کے عموم میں زید بن حارثہ (رض) کے والد ہونے کی بھی نفی ہوگئی۔ آیت میں یہ بتا دیا کہ نسبی والد ہونے سے جو باپ بیٹے کے درمیان احکام شرعیہ مرتب ہوتے ہیں مثلاً میراث جاری ہونا اور حرمت مصاہرت ثابت ہونا، آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اور زید بن حارثہ (رضی اللہ عنہ) یا کسی بھی صحابی کے درمیان ان میں سے کوئی حکم بھی جاری نہیں ہے، اور (رِّجَالِکُمْ) اس لیے فرمایا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) چار صاحبزادیوں کے باپ تھے جو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے

سامنے بالغ بھی ہوئیں اور ان کی شادیاں بھی ہوئیں۔ حضرت سیدہ فاطمہ الزہراء (رض) کے علاوہ باقی صاحبزادیوں کی آپ کے سامنے وفات بھی ہوگئی۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی وفات کے چھ ماہ بعد حضرت فاطمہ (رض) کی بھی وفات ہوگئی، حضرات حسنین (رض) کے واسطہ سے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نسل حضرت فاطمہ (رض) ہی سے چلی، آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اولاد میں صاحبزادے بھی تھے چونکہ وہ سب بچپن ہی میں وفات پا گئے اس لیے اس بات میں کوئی اشکال نہیں کہ آپ مردوں یعنی بالغ افراد میں سے کسی کے والد نہیں ہیں۔ دوسری بات یہ بتائی کہ گو وہ کسی بالغ مرد کے نسبی باپ نہیں ہیں لیکن روحانی باپ ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں بحیثیت رسول ہونے کے ساری امت پر فرض ہے کہ آپ پر ایمان لائیں اور آپ کے اکرام اور توقیر کا ہمیشہ لحاظ رکھیں، اور ساتھ ہی آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو خاتم النبیین بھی بتایا اور یہ اعلان فرما دیا کہ آپ آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد کوئی بھی نبی قیامت تک آنے والا نہیں ہے۔ اس تصریح سے واضح ہوگیا کہ آپ کی روحانی نبوت نسبی نبوت سے کہیں زیادہ اعلیٰ اور افضل ہے اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی موجودگی میں جو صحابہ (رض) تھے صرف انہیں کے لیے نہیں ہے بلکہ آپ خاتم النبیین ہیں قیامت تک آپ کے بعد نبی آنے والا نہیں ہے لہٰذا موجودہ افراد اور ان کی آنے والی نسلیں اور ان کے علاوہ جو بھی اقوام اور قبائل اور افراد ذکور اور اناث (مرد و عورت) آپ پر ایمان لائیں گے، آپ سب کے روحانی باپ ہیں، آپ کی یہ فضیلت اور منقبت اس سے کہیں زیادہ ہے کہ اپنی دنیا والی زندگی میں چند افراد کے نسبی باپ ہوتے۔ قال صاحب الروح فکانہ قیل: (مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ) بحیث تثبت بینہ وبینہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

حرمة المصاهرة ولكن كان ابا كل واحد منكم وابا ابنائكم وابناء ابنائكم وهكذا الىٰ يوم القيامة بحيث يجب له عليكم وعلى من تناسل منكم احترامه وتوقيره ويجب عليه لكم ولن تناسل منكم الشفقة والنصح الكامل)

(تفسیر روح المعانی والے فرماتے ہیں گویا یہاں (مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ) میں یہ فرمایا گیا ہے کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس طرح تم میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں کہ اس کے اور حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے درمیان مصاہرت کی حرمت ثابت ہو ورنہ تو حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تم میں سے ہر ایک کے باپ ہیں اور تمہاری اگلی نسلوں کے بھی باپ ہیں اسی طرح قیامت تک سب کے باپ

ہیں کہ تم پر اور تمہاری نسلوں پر حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا اعزاز و احترام واجب ہے اور حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر تمہارے لیے شفقت اور کامل ہمدردی ہے۔) آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے پہلے جو انبیاء اور رسل (علیہ السلام) تشریف لاتے تھے وہ خاص قوم کے لیے اور محدود وقت کے لیے تشریف لایا کرتے تھے، خاتم النبیین جناب محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) قیامت تک تمام جنات اور تمام انسانوں اور تمام قوموں اور قبیلوں اور تمام زمانوں اور تمام مکانوں کے بسنے والوں کے لیے رسول ہیں اور نبی ہیں کیونکہ نبی عام ہیں اور رسول خاص ہیں (جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا کہ رسول کا اطلاق صاحب شریعت جدیدہ کے لیے ہے اور نبی ہر پیغمبر پر صادق آتا ہے صاحب شریعت جدیدہ ہو یا نہ ہو) لہٰذا خاتم النبیین فرمانے سے آپ کے خاتم الرسل ہونے کا بھی اعلان ہوگیا۔

سورۃ سباء میں فرمایا:

(وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا وَّلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ)

(اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام انسانوں کے لیے بشیر اور نذیر بنا کر لیکن بہت سے لوگ نہیں جانتے۔) خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ذات گرامی پر وصف نبوت سے متصف ہونا یعنی نبوت جدیدہ سے سرفراز کیا جانا ختم ہوگیا ہے اور سلسلہ نبوت آپ کی ذات گرامی پر منقطع ہوگیا اب نبوت جدیدہ سے کوئی بھی شخص متصف نہیں ہوگا۔ ختم نبوت کے منکر قرآن کے منکر ہیں اسلام سے خارج ہیں: آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بعد جو بھی کوئی شخص نبوت کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے، گمراہ ہے، کافر ہے اور اس کی تصدیق کرنے والے بھی گمراہ اور کافر ہیں اور آیت قرآنیہ کے منکر ہیں جس میں صاف اس بات کا اعلان فرما دیا ہے کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) خاتم النبیین ہیں، احادیث شریفہ صحیح اسانید کے ساتھ بہت زیادہ کثیر تعداد میں کتب حدیث میں مروی ہیں جن میں واضح طور پر بتایا ہے کہ جناب محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر نبوت اور رسالت ختم ہے۔ ان احادیث کو بعض اکابر نے اپنے رسائل میں جمع بھی فرمایا ہے، قرآن و حدیث کی تصریحات کے باوجود بعض لوگوں نے نبوت کا دعویٰ کیا خود بھی کافر ہوئے اور اپنے ماننے والوں کو بھی کفر پر ڈالا۔ مفسر ابن کثیر (رض) (جلد ۳ ص ۴۹۴ میں) بہت سی احادیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

(فمن رحمۃ اللہ تعالیٰ بالعباد ارسال محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم)

الیھم ثم من تشریفه لھم ختم الانبیاء و المرسلین به و اکمال الدین الحنیف له و قد اخبر اللہ تبارک و تعالیٰ فی کتابه و رسوله فی السنة المتواترة عنه انه لا نبی بعده لیعلموا ان کل من ادعی ھذا المقام بعده فھو کذاب افاک دجال ضال مضل و لو تحرق و شعبذ و اتی بانواع السحر و الطلاسم و النیر نجیات فکلھا محال و ضلال عند اولی الباب)

(یہ بندوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ اس نے حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ان کی طرف بھیجا پھر حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی شان ختم نبوت بھی اور آپ پر دین حنیف کی تکمیل بھی بندوں پر رحمت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اور حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنی احادیث میں جو کہ متواتر ہیں خبر دے دی ہے کہ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بعد کوئی نبی نہیں ہے، تاکہ سب پر واضح ہو جائے کہ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بعد جو اس مقام کا دعویٰ کرے گا وہ مکار دجال، جھوٹا ہے خود بھی گمراہ ہے دوسروں کو بھی گمراہ کرنے والا ہے اگر چہ وہ جادوگریوں کے کرشمے دکھائے جو بھی طلسم و نزنگیاں دکھائے سب عقل مندوں کے نزدیک بیکار و گمراہی ہیں۔)

خاتم النّبیین بھی قرأت متواترہ ہے: یاد رہے کہ خاتم النّبیین حضرت امام عاصم کوفی کی قرأت میں بفتح التاء ہے اور ان کے علاوہ دیگر قراء کی قرأت بکسر التاء یعنی خاتِم النبیین ہے۔ خاتم (ت کے زبر کے ساتھ) مہر کے معنی میں آتا ہے اور خاتم (ت کے زیر کے ساتھ) صیغہ اسم فاعل ہے جس کا معنی ہے ختم کرنے والا، دونوں قرأتوں کا مآل ایک ہی ہے یعنی آخر الانبیاء پس سیدنا محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) خاتم النّبیین بھی ہیں یعنی آپ کی تشریف آوری سے سلسلہ نبوت ختم ہو گیا، اور خاتم النّبیین بھی ہیں یعنی آپ کی ذات گرامی کو نبیوں کے لیے مہر بنا دیا گیا، جیسے مہر آخر میں لگائی جاتی ہے اسی طرح آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر سلسلہ نبوت ختم ہو گیا اب آپ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں۔ یہ دوسری قرأت جو تا کے زیر کے ساتھ ہے قرأت متواترہ ہے اس کا انکار بھی کفر ہے، ہم نے خصوصیت کے ساتھ یہ قرأت اس لیے ذکر کی ہے کہ بعض ملحدوں نے (خاتَم النبیّن) (بفتح التاء) کا ترجمہ (افضل النبیین) کر کے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے خاتم الانبیاء ہونے کا انکار کیا۔ گزشتہ صدی میں نصاریٰ کے کہنے سے پنجاب کے ایک آدمی (مرزا قادیانی) نے نبوت کا دعویٰ کر دیا تھا نصاریٰ کو اس سے اپنا مقصد نکالنا مقصود تھا، انہوں نے اس

جھوٹے نبی سے جہاد شرعی منسوخ کرنے کا اعلان کرایا اور اسے اور اس کے ماننے والوں کو دنیاوی لالچ دے کر اپنا ہمنوا بنالیا۔

دنیا کے طالب اس شخص کی جھوٹی نبوت کا اقرار کرتے چلے گئے اور جب ان کے سامنے آیت قرآنیہ۔

(وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ)

پیش کی گئی تو طرح طرح کی تاویلیں کرکے اس کو رد کردیا اور آیت کے معانی اور مفاہیم اپنی طرف سے تجویز کردیئے اور نبوت کی قسمیں بنالیں، حقیقی اور ظلی و بروزی کی تقسیم جاری کردی تا وقت تحریر ان لوگوں کی جماعت موجود ہے جو یہود و نصاریٰ کی سرپرستی میں پرورش پاتی ہے اور اسلام اور قرآن اور مسلمانوں کی دشمنی میں برابر لگی ہوئی ہے، اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کو ان کے شر سے بچائے۔ یہ ایک موٹی سی بات ہے کہ جو شخص قرآن کریم کی کسی آیت کا منکر ہو وہ نبی تو کیا ہوگا ادنیٰ درجہ کا مسلمان بھی نہیں، وہ تو ملحد اور زندیق اور کافر ہے تمام مسلمانوں کو چاہیے کہ ان ملحدوں اور زندیقوں سے چوکنا رہیں یہ لوگ ایمان کے ڈاکو ہوتے ہیں۔

(وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا)

(اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے)

اس میں قرآنی اعلان کی خلاف ورزی کرنے والوں کے لیے تنبیہ ہے اور وعید ہے، جو لوگ حضور خاتم النبیین (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نبوت کے بعد کسی دوسرے شخص کی نبوت کے قائل ہیں یا اسلام کے خلاف کوئی بھی عقیدہ رکھتے ہیں، ایسے لوگ یوں نہ سمجھیں کہ یہ دنیا ہی سب کچھ ہے اللہ تعالیٰ کو سب کا حال ظاہر و باطن، عقیدہ وعمل معلوم ہیں وہ اس کے مطابق سزا دے گا۔ حقیر دنیا کے لیے کفریہ عقائد اختیار کرنے والے اور کفریہ اعمال اختیار کرنے والے اللہ تعالیٰ کی وعید سے غافل نہ ہوں۔ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی تشریف آوری ختم نبوت کے منافی نہیں: احادیث صحیحہ کثیرہ متواترہ سے صراحتاً اور آیت قرآنیہ (وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ) سے (علی احد القولین) اور آیت (وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُوْنِ) سے (علی احد القولین) یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ حضرت عیسیٰ قیامت سے پہلے تشریف لائیں گے اور دجال کو قتل کریں گے، تمام اہل السنۃ والجماعۃ کا اس پر اجماع ہے۔ چونکہ وہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی شریعت کے تابع ہوں گے اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہی کی شریعت پر عمل کریں گے اور امت محمدیہ

سے بھی اسی شریعت پر عمل کرائیں گے اور وہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے تشریف لانے سے پہلے ہی نبوت سے سرفراز تھے ایسا نہیں کہ وہ نئی نبوت لے کر آئیں گے بلکہ وہ پہلے ہی سے نبی ہیں جنہیں زندہ آسمان پر اٹھالیا گیا تھا، دنیا میں آکر دجال کو قتل کریں گے اور شادی کر کے مسلمانوں کے ساتھ رہ کر وفات پا جائیں گے، اس سے جناب محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے خاتم النّبیین ہونے پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

شریعت محمدیہ میں جزیہ لینا مشروع ہے وہ اسے منسوخ کردیں گے، اس منسوخ کرنے کی خبر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے پیشگی دے دی ہے لہٰذا یہ بھی آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہی کا منسوخ کرنا ہوا۔ حافظ جلال الدین سیوطی (رض) نے ''نزول عیسیٰ بن مریم آخر الزمان'' کے نام سے ایک رسالہ لکھا ہے اس میں ''معجم الکبیر للطبرانی'' اور ''کتاب البعث والنشور للبیہقی'' سے حدیث نقل کی ہے اور اس کی سند جید بتائی ہے جس میں اس بات کی تصریح ہے کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ملت پر ہوں گے، حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

(عن عبد اللہ بن مغفل (رض) قال قال رسول اللہ یلبث الدجال ماشاء اللہ ثم ینزل عیسیٰ بن مریم مصدقا بمحمد و علیٰ ملته اماماً مهدیاً و حکماً عدلاً فیقتل الدجال)

(حضرت عبد اللہ بن مغفل (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا جتنا عرصہ اللہ تعالیٰ چاہے گا دجال رہے گا پھر حضرت عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) نازل ہوں گے اس حال میں کہ وہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی تصدیق کریں گے اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ملت پر ہوں گے ہدایت کے امام ہوں گے حاکم و عادل ہوں گے اور پھر آپ دجال کو قتل کریں گے۔) صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: (وَالَّذِیْ نفسی بیده لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکماً عدلاً) (الحدیث) (باب نزول عیسیٰ (علیہ السلام) ص ٤٩٠) (قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے عنقریب تم میں ابن مریم حاکم عادل بن کر نازل ہوں گے۔) لفظ حکماً کی تشریح کرتے ہوئے حافظ ابن حجر (رضی اللہ عنہ) ''فتح الباری جلد ٦ ص ٤٩١'' میں لکھتے ہیں:

(والمعنی انه ینزل حاکما بھذہ الشریعة فان ھذہ الشریعة لا تنسخ بل یکون عیسیٰ (علیه السلام) حاکماً وفیه روایة اللیث عن ابن شھاب عند مسلم حکماً مقسطاً والطبرانی من حدیث عبد اللّٰہ بن مغفل ینزل عیسیٰ ابن مریم مصدقاً بمحمد علی ملته۔اھ)

(معنی یہ ہے کہ آپ شریعت محمد یہ کے مطابق فیصلے کرنے والے بن کر نازل ہوں گے کیونکہ یہ شریعت باقی ہے منسوخ نہیں ہوسکتی بلکہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) اسی کے مطابق حکومت کریں گے۔ اور اسی بارے میں امام مسلم نے لیث عن ابن شہاب کی روایت کی ہے کہ حاکماً سے مراد ہے عادل حکمران اور طبرانی نے حضرت عبداللہ مغفل (رضی اللہ عنہ) کی حدیث نقل کی ہے کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی تصدیق کرنے والے ہوکر اور آپ کی ملت کے تابع ہوکر نازل ہوں گے۔) امام نووی (رض) شرح مسلم میں لکھتے ہیں:

(ای ینزل حاکما بھذہ الشریعة لا ینزل نبیا برسالة مستقلة وشریعة ناسخة بل ھو حاکم من حکام ھذہ الامة) (صحیح مسلم ج۱: ص ۷۸)

(یعنی آپ شریعت محمد یہ کے مطابق فیصلے کرنے والے بن کر نازل ہوں گے مستقل نبوت و رسالت اور شریعت محمد یہ کو منسوخ کرنے والی شریعت لے کر نازل نہیں ہوں گے۔ بلکہ وہ اسی امت محمد یہ کے حاکموں میں سے ایک حاکم ہوں گے۔) مطلب یہ ہے کہ سیدنا حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) نازل ہوں گے اور شریعت اسلامیہ محمد یہ کے مطابق ہی فیصلہ دیں گے، مستقل نبی نہ ہوں گے اور نہ مستقل شریعت لے کر آئیں گے جو جناب محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی شریعت کو منسوخ کردے، وہ اسی امت کے حکام میں سے ایک حاکم ہوں گے۔ قادیانی جماعت آیت کریمہ کی تصریح کا انکار کرنے کی وجہ سے کافر ہے اور اس وجہ سے بھی کافر ہے کہ انہوں نے خاتم النبیین کے معنی میں تحریف کی ہے اور اس کا معنی افضل النبیین بتایا ہے۔ ان جاہلوں کو معلوم نہیں کہ قرأت میں ایک قرأت تاء کے زیر کے ساتھ بھی ہے اس کا انکار کرنا بھی کفر ہے۔ قادیانی زندیقوں کا جھوٹ: قادیانیوں نے ختم نبوت کا انکار کرنے کے لیے ایک یہ بات نکالی تھی کہ چونکہ حضرت مسیح (علیہ السلام) کے تشریف لانے کی خبر ہے اس لیے نبوت کا دروازہ بند نہیں ہوا اور ہم جسے نبی مانتے ہیں وہ مسیح ہے۔ ان لوگوں کی تردید کے لیے یہی کافی ہے کہ قرآن مجید میں حضرت عیسیٰ (علیہ

السلام) کو جگہ جگہ مسیح بن مریم فرمایا ہے، دنیا جانتی ہے اور قادیانیوں کو بھی اس کا علم ہے کہ مرزا قادیانی کی ماں کا نام مریم نہیں تھا، ملحدوں اور زندیقوں کو قرآن حدیث ماننا نہیں ہوتا، اپنی تاویلات وتحریفات کے پیچھے چل کر ملعون ہوتے ہیں۔ یہ لوگ یوں بھی کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے تشریف لانے کا عقیدہ اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ سیدنا محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر نبوت ختم نہیں ہوئی۔ ان لوگوں کی اس بات کی تردید حضرات مفسرین کرام اور علماء عظام پہلے ہی کر گئے اور انہوں نے بتا دیا کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) مستقل رسالت ونبوت کے ساتھ نہیں آئیں گے وہ اسی شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ کے مطابق عمل کریں گے اور امت محمدیہ سے متعلق اسی سے عمل کرائیں گے جبکہ قادیانی جماعت سیدنا محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے دین وشریعت پر نہیں ہے، اگر آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے دین وشریعت پر ہوتے تو جہاد کو کیوں منسوخ کرتے، جہاد کو منسوخ کرنا ہی تو مرزا قادیانی کا اصل کارنامہ ہے جو اس نے نبوت کا دعویٰ کرانے والی حکومت برطانیہ کو خوش کرنے کے لیے انجام دیا تھا۔ ارے قادیانیو! شرم کرو، اللہ کے سچے نبی خاتم النبیین (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے سچے امتی بنو اور جھوٹے نبی کی نبوت کے اقرار سے توبہ کر کے اپنی جانوں کو دوزخ سے محفوظ کرلو، یہ تمہاری خیرخواہی کے طور پر کہا جارہا ہے۔

(واللّٰہ علی مانقول وکیل)

***

سلطان وگدا برابر

آپ ﷺ کسی مسکین کو اس کے فقر کی وجہ سے اور اس کی معذوری کی وجہ سے حقیر نہیں سمجھتے تھے اور کسی بادشاہ سے اس کی سلطنت کی وجہ سے ڈرتے نہیں تھے، اسے اور اُسے دونوں کو اللہ عزوجل کی طرف ایک ہی انداز میں دعوت دیتے تھے۔

آپ ﷺ مؤمنین میں سے کسی کے لئے برا کلمہ نہیں فرماتے تھے مگر اللہ عزوجل اس کلمہ کو اس مؤمن کے لئے کفارہ اور رحمت بنا دیتے۔ اور نہ آپ ﷺ کسی خاتون پر اور نہ کبھی کسی خادم پر لعنت فرماتے۔

محسن عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت مولانا نعیم الدین صاحب
استاد الحدیث جامعہ دار التقویٰ لاہور

ربیع الاوّل کا مہینہ تاریخی حیثیت سے انتہائی اہمیت کا حامل ہے کیونکہ اس مہینے میں سَرورِ کونین سیّدُ الثقلین ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں تشریف لائے تھے، آپ کا دنیا میں آنا صرف انسانیت پر ہی نہیں بلکہ سارے عالم پر خُدا کا بہت بڑا احسان ہے کیونکہ جس وقت آپ تشریف لائے دنیا میں ہر چہار سُو اندھیرا ہی اندھیرا تھا کسی کی جان، مال، عزت وآبرو محفوظ نہ تھی۔

صحیح معنیٰ میں نہ نصرانیت کا وجود تھا نہ یہودیت کا، ملّتِ ابراہیمی کے پیروکار بھی خال خال کہیں پائے جاتے تھے لوگ دین ومذہب سے نا آشنا تھے، خُدا کی عبادت کے بجائے بُتوں کو پوجتے تھے، شراب پیتے تھے، جوا کھیلتے تھے، زنا کرتے تھے، سود لینا، رشوت کھانا عام تھا، کچھ بدنصیب معصوم بچیوں کو زندہ درگور کردیا کرتے تھے، سالہا سال خونریز لڑائیوں میں مبتلا رہے تھے۔ ایسے معاشرے میں آپ کا تشریف لانا اس اُمّت پر خدا تعالیٰ کا احسانِ عظیم ہے آپ نے آکر معاشرہ بہترین خطوط پر اُستوار کیا۔ مذہب بیزاروں کو مذہب سے آشنا، خدا سے روٹھے ہوؤں کو خدا شناس بنادیا چنانچہ

جو بت پرست تھے وہ خدا پرست بن گئے۔

جو لوگ شراب پیتے تھے وہ روزہ دار بن گئے۔

جولوگ سود اور رشوت لیتے تھے اُنہوں نے اِن کو چھوڑ کر خدا کے راستہ میں خرچ کرنا شروع کردیا۔

جولوگ معصوم بچیوں کو زندہ درگور کرتے تھے وہ یتیموں کو پالنے والے بن گئے۔

جوزنا کار تھے وہ زاہدِ شب زندہ دار بن گئے۔
قتل وقتال میں مبتلا لوگ مجاہد بن گئے۔ الغرض معاشرہ کو سکون نصیب ہوا۔
اکبر نے خوب کہا ہے۔

دُرفشانی نے تیری، قطروں کو دریا کردیا
دل کو روشن کردیا آنکھوں کو بینا کردیا
خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کردیا

ایک شاعر نے اس سے بھی بڑھ کر بات کہی۔

ہوں لاکھوں درود اس آقا پر بُت لاکھوں جس نے توڑ دیے
دُنیا کو دیا پیغامِ سکوں طوفانوں کے رُخ موڑ دیے
اس محسنِ عالم نے حصہ کیا کیا نہ دیا انسانوں کو
دستور دیا منشور دیا کچھ راہیں دیں کچھ موڑ دیے

خواتین پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا احسان مردوں سے زیادہ ہے اس لیے کہ اس زمانے میں خواتین پر جو مظالم ڈھائے جاتے تھے آج ہم اُن کا تصوّر بھی نہیں کرسکتے وہ مظالم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تشریف لانے سے ہی ختم ہوئے چند مظالم کا تذکرہ کرتا ہوں دیکھیے اس زمانے میں عورت کی یہ حالت تھی۔

اسے وراثت میں سے کچھ نہیں ملتا تھا، عربوں نے یہ اصول بنالیا تھا کہ وراثت کا مستحق صرف وہ ہے جو گھوڑے پر سوار ہو اور دشمنوں کا مقابلہ کرکے اُس کا مال غنیمت جمع کرے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس ظلم کو مٹا کر عورت کو وراثت کا حق قرار دیا۔

زمانۂ قبل از اسلام مرد عورتوں کی جان و مال کا اپنے آپ کو مالک سمجھتے تھے عورت جس کے نکاح میں آگئی وہ اُس کی جان کو بھی اپنی ملک سمجھتا تھا۔ بعض اوقات بیوی کا کوئی قصور نہ ہونے کے باوجود مرد اسے لٹکائے رکھتا تھا نہ اس کے حقوق ادا کرتا نہ طلاق دیتا تھا۔ بعض اوقات یوں ہوتا تھا کہ اگر شوہر مر گیا ہے تو اس کے وارث اس کی بیوہ کو کسی دوسری جگہ نکاح نہیں کرنے دیتے تھے۔

مرد مرجائے تو عورت کی عدّت پورے ایک سال کی ہوتی تھی یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ختم

کر کے صرف چار مہینے دس دن مقرر کی۔ گزشتہ زمانہ میں جنگوں میں عورتوں کو بے دریغ قتل کر دیا جاتا تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں اور بچوں کے قتل سے منع فرمایا۔

جاہلیت کے نکاح چار طریقے کے تھے ہر طریقہ ظلم و بربریت کا حامل تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظالمانہ طریقوں کو ختم کر کے نکاح کا نہایت منصفانہ طریقہ رائج فرمایا۔

خواتین کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زیادہ احسان مند ہونا چاہیے جس کا تقاضا یہ ہے کہ خواتین یہ سوچیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا کی اصلاح کے لیے کیا کیا تکلیفیں برداشت کیں کیسے کیسے ظلم وستم سہے ان کو سامنے لاکر خواتین بھی دین کی تبلیغ کے لیے جس قدر ہو سکے کوشش کریں اور جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کی عبادت واطاعت میں مصروف رہتے تھے اسی طرح خواتین بھی مصروف رہیں، لیکن افسوس صد افسوس کہ ہم لوگ اس حقیقت کو بھول کر منزل سے ہٹ گئے ہیں، ہم بجائے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لائے ہوئے پروگرام کو لے کر چلنے کے صرف آپ کی ولادت کی خوشیاں منانے تک محدود ہو گئے ہیں۔

حالانکہ دین میں ولادت کی خوشی منانے کا کوئی تصوّر نہیں اگر ایسا ہوتا تو صحابہ وتابعین، اولیاء اور بزرگانِ دین ضرور ایسا کرتے لیکن کسی ایک صحابی اور تابعی سے بھی یہ طریقہ ثابت نہیں۔ حقیقت میں اگر دیکھا جائے تو بات یہ نظر آتی ہے کہ جس طرح ہم نے اپنی بودوباش، معاشرت ومعاملات اور لباس وپوشاک میں یہود ونصارٰی کی پیروی شروع کر رکھی ہے ایسے ہی دین میں بھی ہم اُن کی رسمیں اپنانے لگے ہیں۔

نصرانیوں کو اپنے نبی کی سیرت کا کچھ علم نہیں لیکن وہ اپنی نبی کی صرف ولادت کے دن کو کرسمس ڈے کے طور پر مناتے ہیں یہی حال ہمارے یہاں ہو گیا کہ ہمیں اپنے نبی کی سیرت کا کچھ علم نہیں لیکن آپ کی ولادت کا دن ضرور منانا ہے حالانکہ آپ کی ولادت صحیح طور پر متعیّن نہیں، اس سلسلہ میں متعدد اَقوال ملتے ہیں بعض نے دو ربیع الاوّل بعض نے آٹھ ربیع الاوّل بعض نے نو ربیع الاوّل تاریخ ولادت بتلائی ہے مشہور قول بارہ ربیع الاوّل ہے بہر کیف جو تاریخ بھی ہو ہمیں تو دیکھنا یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں کیا پیغام دے گئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کیا تھی اور آپ کا اسوۂ کیا تھا۔ اسی کے مطابق ہمیں اپنی زندگیوں کو ڈھالنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

❊❊❊

اُمتیوں پر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقوق

مفتی محمد راشد محمود ڈسکوی

چونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات اور مرضیات و نامرضیات کی پہچان اور اس تک پہنچنے کا ذریعہ ہمارے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہیں، اس لیے مخلوقات میں سے سب سے زیادہ اور بڑا حق ہم پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہی ہے۔ وہ اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ دین کو مِن وعَن امت تک منتقل کیا، اور اس کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دن رات اَن تھک محنت کی، قربانیاں دیں، لوگوں کی طرف سے ظاہراً وباطناً بہت سخت تکلیفیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچائی گئیں، برا بھلا کہا گیا، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لہو مبارک تک اس دین کی خاطر بہا، دانت مبارک شہید ہوئے۔ یہاں تک کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ تک ارشاد فرما دیا کہ اس دین کی خاطر جتنی تکلیفیں مجھے دی گئیں مجھ سے قبل کسی کو بھی اتنی تکلیفیں نہیں دی گئیں۔

(عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم: لَقَدْ أُخِفْتُ فِي اللهِ وَمَا يُخَافُ أَحَدٌ، وَلَقَدْ أُوذِيتُ فِي اللهِ وَمَا يُؤْذَى أَحَدٌ، وَلَقَدْ أَتَتْ عَلَيَّ ثَلَاثُونَ مِنْ بَيْنِ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ وَمَا لِي وَلِبِلَالٍ طَعَامٌ يَأْكُلُهُ ذُو كَبِدٍ إِلَّا شَيْءٌ يُوَارِيهِ إِبْطُ بِلَالٍ۔ [سنن الترمذی])

یہ سب کچھ صرف اور صرف میرے اور آپ سب کے لیے ہوا کہ ہم اللہ کے ہی بندے اور اس کے نبی کے ہی امتی بن جائیں۔ چنانچہ ہم نے یہ دیکھنا ہے ایک امتی ہونے کے ناطے ہم پر اپنے پیارے نبی علیہ السلام سے متعلق کیا کچھ حقوق وذمہ داریاں لازم ہوتی ہیں، چنانچہ ان ذمہ داریوں اور حقوق کا خلاصہ ذیل کے نکات میں سمیٹا جا سکتا ہے:

[1] آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا اعتقاد رکھنا۔

[2] آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاتم الرسل والانبیاء ماننا۔

[3] آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت اور سیرت (کردار واَخلاق) کا جاننا۔

[4] آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرنا۔

[5] آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا دل میں ہونا۔

[6] آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت، ادب واحترام بجالانا۔

[7] آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گستاخوں اور مرتدوں کو کیفر کردار تک پہنچانا۔

[8] آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود وسلام پڑھنا۔

[9] آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جماعتِ صحابہ کرام کی محبت دل میں رکھتے ہوئے ان کی اطاعت کرنا۔

[10] آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تذکروں کو ہر ہر مجلس میں زندہ رکھنا۔

[11] آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کو عام کرنا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا اعتقاد رکھنا

اللہ رب العزت نے ہر دور میں انسانوں کو سیدھا راستہ دکھانے کے لیے پیغمبروں و رسولوں ؑ کو بھیجا تا کہ وہ لوگوں کو بتائیں کہ اللہ ایک ہے، وہ بے عیب ہے، عبادت کے لائق صرف وہی ہے، اس کے علاوہ کسی کی عبادت کرنا شرک ہے جو گناہ عظیم ہے۔ ہر نبی و رسول نے اللہ کی وحدانیت کی تعلیم دی، سب سے آخر میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دنیا میں مبعوث کیا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نبوت و رسالت کو ختم کر دیا گیا۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا زمانہ قیامت تک کے لیے ہے ۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہ آئے گا ، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت ہی آخری شریعت ہے ۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانا ہر شخص کے لیے ضروری ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے بغیر کوئی بھی شخص مسلمان نہیں ہوسکتا۔ جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت و رسالت پر ایمان نہ لائے گا وہ مشرک و کافر ہوگا۔ نجاتِ دنیوی واخروی کے لیے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانا، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا نبی اور رسول ماننا فرض ہے، اس کے بغیر کسی بھی فردِ بشر کے لیے نجات نہیں ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر ایمان رکھنا

ختم نبوت سے مراد یہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ

ﷺ کو اس جہاں میں بھیج کر بعثت انبیاء کا سلسلہ ختم فرما دیا ہے۔ اب آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی ختم نبوت کا ذکر قرآن حکیم کی سو سے بھی زیادہ آیات میں نہایت ہی جامع انداز میں صراحت کے ساتھ کیا گیا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے: {مَّا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا} ترجمہ: محمد ﷺ تمہارے مَردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں اور سب انبیاء کے آخر میں (سلسلۂ نبوت ختم کرنے والے) ہیں، اور اللہ ہر چیز کا خوب علم رکھنے والا ہے۔

اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے حضور نبی اکرم ﷺ کو خاتم النبین کہہ کر یہ اعلان فرما دیا کہ آپ ﷺ ہی آخری نبی ہیں اور اب قیامت تک کسی کو نہ منصب نبوت پر فائز کیا جائے گا اور نہ ہی منصب رسالت پر۔

آپ ﷺ سلسلۂ نبوت اور رسالت کی آخری کڑی ہیں۔ آپ ﷺ نے اپنی زبانِ حق ترجمان سے اپنی ختمِ نبوت کا واضح لفظوں میں اعلان فرمایا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدْ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِیْ وَلَا نَبِیَّ (سنن الترمذی)

ترجمہ: اب نبوت اور رسالت کا انقطاع عمل میں آ چکا، میرے بعد نہ کوئی رسول آئے گا اور نہ کوئی نبی۔

اس حدیث پاک سے ثابت ہو گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

آپ ﷺ کی صورت اور سیرت (کردار و اخلاق) کا جاننا

جناب نبی اکرم ﷺ سے محبت وعقیدت کا ہی نہایت اہم تقاضا یہ بھی ہے کہ ہمیں اپنے پیارے نبی ﷺ کا حلیہ مبارک، آپ ﷺ کی سیرت، آپ ﷺ کے معاملات، آپ ﷺ کے اَخلاق، آپ ﷺ کی معاشرت، آپ ﷺ کا اٹھنا بیٹھنا، چلنا، سونا، آپ ﷺ کی گھر کے اندر والی زندگی، آپ ﷺ کی گھر سے باہر والی زندگی، اور آپ ﷺ کے شب و روز سب کچھ ہمیں معلوم ہوں تاکہ آپ ﷺ کی اتباع کی جا سکے۔

اس کے لیے سیرت پر لکھی جانے والی معتبر کتب مثلا: حضرت مولانا ادریس کاندھلوی صاحبؒ کی کتاب ''سیرت مصطفیٰ ﷺ''، اور حضرت ڈاکٹر عبد الحی عارف باللہ کی ''اسوۂ رسول اکرم ﷺ'' کا

مطالعہ کیا جائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرنا

''اتباع'' کے معنی: پیروی کرنا، اور ''اطاعت'' کے معنی بات ماننا ہیں، اتباع کا تعلق آپ کے اَعمال واَفعال سے ہے، اور اطاعت کا تعلق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اَحکامات وارشادات سے ہے۔قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے متعدد بار جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت واتباع کا حکم فرمایا ہے، یعنی: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال وافعال دونوں کو حجت اور واجب العمل قرار دیا ہے، (سوائے اُن افعال کے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خاص ہیں۔) ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ إِنْ كُنتُم مُّؤْمِنِينَ}، [انفال: ۱]

پورے قرآن مجید میں جہاں کہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا ذکر ہے وہاں ہی جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کا ذکر ہے، کوئی ایک بھی مقام اس کے برعکس نہیں ہے، کہ اللہ کی اطاعت کا تو ذکر ہو لیکن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کا ذکر نہ ہو۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کا حق تمام انسانوں میں سب سے زیادہ ہے، جیسا کہ قرآن پاک میں مذکور ہے:

{النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ}، [احزاب: ٦]

ترجمہ: ''ایمان والوں کے لیے یہ نبی ان کی اپنی جانوں سے بھی قریب تر ہیں''۔

اس اطاعت پر ملے گا کیا؟

1۔ایسے بندے کا حشر انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ ہوگا۔

{وَمَن يُطِعِ اللهَ وَالرَّسُولَ فَأُوْلٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولٰئِكَ رَفِيقًا}، [النساء: ۶۹]

2۔اللہ تعالیٰ کی مدد ملے گی۔ {يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ، وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ}، [انفال: ۶۴]

3۔جنت میں داخلہ ہوگا۔

{فَالدَّارُ الْجَنَّةُ، وَالدَّاعِي مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَمَنْ أَطَاعَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدْ أَطَاعَ اللهَ، وَمَنْ عَصٰى مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدْ

عَصَى اللهَ}، [بخاری، الرقم: ۷۲۸۱]

4۔ایمان کامل کا حصول اسی سے ہوگا۔

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهٖ [شرح السنة للبغوی]

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا دل میں ہونا

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ اتباع اور اطاعت مطلوب ہے جو محبت کے نتیجے میں ہو، یعنی: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت وعظمت دل میں اتنی ہو کہ اس کی وجہ سے انسان آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت واتباع پر دل وجان کے لیے تیار ہو جائے۔

”لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ.“

ترجمہ: تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اُس کے نزدیک اُس کے والد، اُس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ اِس محبت سے مراد عقلی محبت ہے، نہ کہ طبعی محبت، اوراس کی پہچان یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کے اندر انسان کمال حاصل کرے۔

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ

ترجمہ: ”اے پیغمبر! لوگوں سے کہہ دیجیے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہاری خاطر تمہارے گناہ معاف کردے گا۔ اور اللہ بہت معاف کرنے والا، بڑا مہربان ہے“۔ایک شاعر کہتا ہے:

تَعْصِي الرَّسُوْلَ وَأَنْتَ تُظْهِرُ حُبَّه   هٰذا لَعُمْرِيْ فِي الزَّمَانِ بَدِيْعٌ
لَوْ كَانَ حُبُّكَ صَادِقًا لَأَطَعْتَهٗ   إِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ يُحِبُّ مُطِيعٌ

ترجمہ: رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی کرتے ہو پھر بھی ان کی محبت کا دم بھرتے ہو، میری زندگی کی قسم! یہ زمانے میں عجیب وغریب بات ہے، اگر تیری محبت سچی ہوتی تو تم ان کی اطاعت کرتے اس لیے کہ محب اپنے محبوب کا فرمانبردار ہوتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت، ادب واحترام بجالانا

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت واتباع تو فرض ہونا ہی تھا، کیونکہ بعثتِ انبیاء سے مقصود ہی یہی ہوتا ہے،

لیکن اس کے ساتھ ساتھ اُمت پر آپ ﷺ کی تعظیم وتو قیر کو بھی لازم قرار دیا گیا ہے، اور اس کے آداب بھی سکھلائے گئے ہیں، صحابہ کرامؓ کو یہ آداب سکھائے گئے تھے، کہ نبی ﷺ سے آگے نہ بڑھو، اپنی آواز کو اُن سے اونچا نہ کرو، اُن کی بات دھیان سے سنو، کھانے کی مجلس ہے تو اُن سے پہلے کوئی نہ شروع کرے۔ معاذ اللہ! اگر کوئی آپ ﷺ کی گستاخی کرے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج اور مرتد ہو جاتا ہے، اور توبہ نہ کرنے کی صورت میں اس کی قانوناً سزا قتل ہے۔

آپ ﷺ کے گستاخوں اور مرتدوں کو کیفر کردار تک پہنچانا

واضح رہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی شان میں گستاخی کرنے والا اگر مسلمان ہے تو بالاتفاق اس کو قتل کیا جائے گا، اور اگر وہ اپنے عمل سے سچی توبہ کر کے دوبارہ مسلمان ہو جائے تو پھر اس صورت میں احناف اور شوافع کے نزدیک اس کو قتل نہیں کیا جائے گا، لیکن اگر کوئی مسلمان بار بار گستاخی کا مرتکب ہو تو اس صورت میں توبہ کرنے کے باوجود اسے قتل کیا جائے گا، جب کہ مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک اس کی توبہ مقبول نہیں ہوگی اور ہر حال میں اس کو قتل ہی کیا جائے گا اور اگر گستاخی کرنے والا ذمی کافر ہے تو ائمہ ثلاث کے نزدیک اسے قتل ہی کیا جائے گا اور احناف کے نزدیک اس کو تعزیری سزا دی جائے گی اور قاضی کو یہ اختیار حاصل ہوگا کہ جرم کی نوعیت کو دیکھ کر اس کے قتل کا حکم جاری کر دے اور اگر مجرم اپنے عمل سے توبہ کر لے اور قرائن سے اس کی توبہ کا سچا ہونا ظاہر بھی ہو جائے تو اس صورت میں قتل نہ کرنا بھی جائز ہے، اور قتل سے کم جو سزا حاکم مناسب سمجھے وہ بہر حال دے سکتا ہے۔

آج کل کے زمانے میں حرمت رسول علیہ السلام پر غیر مسلموں کی طرف سے مختلف طریقوں سے حملے جاری ہیں، حاکمِ وقت کی ذمہ داری ہے کہ شاتمِ رسول کو ایسی سزا دے جس سے دوسروں کو عبرت ہو، اگرچہ وہ اپنی غلطی کا اعتراف کر کے معافی مانگ لے، کیونکہ یہ معاملہ عصمتِ انبیاء علیہم السلام کا ہے، اور حاکم یا عدالت اُن کی طرف سے نائب ہے، اگر اس کو بغیر سزا کے چھوڑ دیا گیا تو آئندہ اوروں کو بھی جرم کے ارتکاب کی جرأت ہوگی۔ اور عوام الناس پر لازم ہے ہر ممکن طور پر ایسے مجرموں کے خلاف چاہے وہ افراد ہوں یا ممالک، آواز اٹھائیں، اور ان سے ہر طرح کا بائیکاٹ اور قطع تعلق کریں۔

آپ ﷺ پر درود وسلام پڑھنا

{إِنَّ اللهَ وَمَلٰئِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا}، [الاحزاب:٥٦]

ترجمہ: ''اللہ اور اس کے فرشتے پیغمبر پر درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی ان پر دُرود اور سلام بھیجا کرو''۔ امت پر آپ ﷺ کے احسانات بے شمار ہیں، ان کی بناء پر حق بنتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا شکریہ ادا کیا جائے، ان کے لیے دعا کی جائے۔ ''صلاۃ'' کے معنی: رحمت بھیجنے، اور ''سلام'' کے معنی: سلامتیاں بھیجنے کے ہیں۔ اس عمل کا انعام یہ ہے کہ

[☆] جو کام اللہ اور اس کے فرشتے کرتے ہیں اسی کام میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایمان والوں کو بھی شریک کیا جا رہا ہے۔

[☆] مجلس میں آپ ﷺ پر ایک بار درود بھیجنا واجب ہے اور ہر بار پڑھنا مستحب ہے۔

[☆] ایک بار درود پاک پڑھنے پر دس نیکیاں ملتی ہیں۔

[☆] دس خطائیں معاف ہوتی ہیں۔ [☆] جنت میں دس درجات بلند ہوتے ہیں۔

[☆] اللہ تعالیٰ دس بار رحمت بھیجتے ہیں۔ [☆] جنت میں نبی ﷺ کا قرب خاص ملے گا۔

[☆] زیادہ درود بھیجنے والا نبی ﷺ کے زیادہ قریب ہوگا۔

[☆] فرشتے آپ کے سلام کو نبی ﷺ کی خدمت میں پہنچاتے ہیں۔

[☆] اس کی برکت سے نبی ﷺ کی شفاعت ملے گی۔

[☆] درود نہ پڑھنے والے کو نبی ﷺ نے بخیل قرار دیا ہے۔

[☆] یہ درودِ پاک پڑھنے سے ستر فرشتے ایک ہزار دن تک نیکیاں لکھتے رہتے ہیں:

[☆] یہ درودِ پاک پڑھنے سے مال وجان میں برکت ہوتی ہے: ''اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ وَعَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ''۔

آپ ﷺ کی جماعتِ صحابہ کرام کی محبت دل میں رکھتے ہوئے ان کی اطاعت کرنا

اہلِ سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ انبیاء اور رسولوں علیہم السلام کے بعد سب سے افضل صحابۂ کرام

رضی اللہ عنہم کی جماعت ہے اور صحابۂ کرامؓ میں سب سے افضل بالترتیب خلفاء راشدینؓ ہیں، جملہ صحابۂ کرامؓ سے محبت رکھنا واجب ہے اور ان سے بغض رکھنا حرام ہے، صحابہ کرامؓ معصوم تو نہیں البتہ مغفور تھے، صحابہؓ کی تعظیم اور ان کی اطاعت کرنا واجب ہے ان میں سے کسی کو ہدفِ ملامت بنانا جائز نہیں بلکہ لعن طعن کرنے میں کفر کا بھی اندیشہ ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکرِ مبارک کو ہر ہر مجلس میں زندہ رکھنا

جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کا تقاضا ہے کہ ہماری ہر مجلس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک تذکروں سے معطر رہے، کوئی مجلس ایسی نہیں ہونی چاہیے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکرِ مبارک سے خالی ہو، ورنہ ایسی مجالس قیامت کے دن حسرت وافسوس کا باعث ہوں گی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو لوگ کسی مجلس میں بیٹھیں اور انہوں نے اس مجلس میں نہ اللہ تعالی کا ذکر کیا اور نہ ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درُود بھیجا تو ان پر گناہ ہوگا، اگر اللہ تعالی چاہیں گے تو ان کو عذاب میں مبتلا کر دیں یا معاف کر دیں [ترمذی]۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کو عام کرنا

چونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں، اور آپ کے بعد کسی نبی نے نبی بن کر نہیں آنا، جب کہ امت کا وجود قیامت تک باقی ہے، تو ان تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لایا ہوا دین پہنچانا بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقوق میں ایک حق ہے جس کی ادائیگی امتِ مسلمہ پر لازم ہے، قرآن مجید کی آیت مبارکہ۔۔۔

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ میں اسی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اور حدیث رسول "بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً" کا بھی یہی تقاضا ہے کہ ہر ہر شخص اس ذمہ کو نبھانے کی کوشش کرے، اسی صورت میں ہماری نجات اللہ کے دربار میں ہو سکے گی، کیونکہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم "أَلَا كُلُّكُمْ رَاعٍ وَ كُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ" کے مطابق ہر ہر شخص سے اس کے ماتحتوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

***

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام تبع بادشاہ کا تاریخی خط

مفتی فیضان صاحب
متخصص جامعہ دارالتقوی لاہور

امام الانبیاء علیہم السلام کی آمد کی پیشگوئیاں

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ایک اعزاز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی تشریف آوری سے قبل ہی سابقہ امتوں میں آپ کا تذکرہ کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی خبر بھی دی یہ بات ان لوگوں میں اس حد تک مشہور ہوگئی تھی کہ ایمان نہ لانے والوں کے متعلق بھی فرمایا کہ یہ لوگ اگرچہ مانتے نہیں ہیں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانتے ضرور ہیں اور پہچانتے بھی ایسا ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

ٱلَّذِينَ ءَاتَيۡنَٰهُمُ ٱلۡكِتَٰبَ يَعۡرِفُونَهُۥ كَمَا يَعۡرِفُونَ أَبۡنَآءَهُمۡ وَإِنَّ فَرِيقٗا مِّنۡهُمۡ لَيَكۡتُمُونَ ٱلۡحَقَّ وَهُمۡ يَعۡلَمُونَ [البقرة:146]

ترجمہ:

”جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس کو اتنی اچھی طرح پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔“

اور اللہ تعالیٰ نے بتلا دیا کہ اگر کامیابی چاہتے ہو تو میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم جن کا ذکر تم تورات و انجیل میں بھی پاتے ہو ان پر ایمان لانا پڑے گا، ان کی تعظیم اور مدد و نصرت کرنی پڑے گی۔ چنانچہ ارشاد

ہے:

فَٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ بِهِۦ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَٱتَّبَعُواْ ٱلنُّورَ ٱلَّذِيٓ أُنزِلَ مَعَهُۥٓ أُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْمُفْلِحُونَ

[الأعراف: 157]

ترجمہ:

"جنانچہ جولوگ اسی نبی پر ایمان لائیں گے،اس کی تعظیم کریں گے،اس کی مدد کریں گے اور اس کے ساتھ جونور اتارا گیا ہے اس کے پیچھے چلیں گے تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہوں گے۔"

اسی طرح انبیاء نے بھی اپنی امتوں کو جناب نبی کریم صلی اللہ وعلیہ وسلم کی تشریف آوری کی بشارت دی چنانچہ سیدنا عیسیٰؑ نے اپنی امت سے فرمایا:

إِنِّي رَسُولُ ٱللَّهِ إِلَيۡكُم مُّصَدِّقٗا لِّمَا بَيۡنَ يَدَيَّ مِنَ ٱلتَّوۡرَىٰةِ وَمُبَشِّرَۢا بِرَسُولٖ يَأۡتِي مِنۢ بَعۡدِي ٱسۡمُهُۥٓ أَحۡمَدُ [الصف:6]

ترجمہ:

"میں تمہارے پاس اللہ کا ایسا پیغمبر بن کر آیا ہوں کہ مجھ سے پہلے جو تورات تھی میں اس کی تصدیق کرنے والا ہوں اور اس رسول کی خوشخبری دینے والا ہوں جو میرے بعد آئے گا جس کا نام احمد ہے۔"

یہی نہیں بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کا یہ عالم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام سے عہد لیا کہ اگر میرے محبوب کا زمانہ پائیں تو ان پر ایمان لائیں اور ان کی مدد کریں۔

الغرض اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں بھیجنے سے قبل ہی ان کے تذکرے کئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تذکروں میں ایسا سرور تھا کہ نیک بخت لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے قبل ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق گرویدہ بن گئے۔

شاہ تبع کا مدینہ منورہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار

انہی عاشقین میں سے ایک نام تبع کا ہے۔ان کے نبی یا بادشاہ ہونے میں اختلاف ہے۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تبع نبی تھے۔حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بادشاہ تھے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے ایک ہزار سال قبل تبع اپنی قوم کے علماء کی ایک جماعت کے ساتھ یثرب (موجودہ مدینہ منورہ) آئے۔اس جماعت نے طے کرلیا کہ یثرب میں ہی قیام کریں گے اور یہاں

سے باہر نہیں جائیں گے۔ جب تبعؒ نے یثرب سے باہر نہ نکلنے کی وجہ دریافت کی تو ان لوگوں نے بتایا ہم نے اپنی کتابوں میں پڑھا ہے کہ ایک نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یثرب ان کی ہجرت کی جگہ ہے۔ہم اس امید پر یہاں رکے ہیں کہ شاید ہماری ملاقات ان سے ہو جائے۔جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ جب تبع رحمہ اللہ نے سنا تو عشق کی آگ بھڑک اٹھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کا شوق دل میں جوش مارنے لگا۔اور ارادہ کر لیا کہ اس جماعت کے ساتھ تبع بھی یثرب میں قیام کریں گے۔تبع نے ان میں سے ہر ایک کے لئے یثرب میں گھر بنایا۔اور ان میں سے ہر ایک کو بہت سارا مال دیا۔(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری للعینی،ت:855ھ)

عاشق اپنے محبوب کی ایک جھلک کو یا اس کی محفل میں اپنا تذکرہ ہونے کو بھی غنیمت سمجھتا ہے۔اسی طرح ہوا جب تبع رحمہ اللہ کو یہ لگا کہ عمر ساتھ نہیں دے رہی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات مشکل معلوم ہو رہی ہے تو انہوں نے ایک خط جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لکھا کہ تبع ان کی خدمت حاضر نہ ہو سکا تو تبع کا ذکر ہی ان کی مجلس میں ہو جائے:ـ

ذکر میرا مجھ سے بہتر ہے کہ اس محفل میں ہے
حضور صلی للہ علیہ وسلم کے لئے گھر بنوانا

خط لکھنے کے بعد وہ خط علماء کی جماعت کے امیر کے ہاتھ میں دے دیا اور یہ کہہ دیا کہ جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات نہ ہو جائے اس خط کو محفوظ رکھیں اور اگر وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ نہ پائیں تو اپنی اولاد کو دے دیں وہ اس کی حفاظت کرے اور اگر وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ نہ پائیں تو وہ اپنی اولاد کو دے دیں۔یہی سلسلہ چلتا رہے یہاں تک کہ یہ خط جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ جائے۔تبع نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یثرب میں ایک گھر بھی تعمیر کروایا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم یثرب تشریف لائیں تو اس گھر میں سکونت اختیار فرمائیں۔وہی گھر چلتے چلتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے میزبان اول حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہوا۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری للعینی،ت:855ھ)

شاہ تبع کا خط حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں میں

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت ملی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو اللہ کی طرف بلانا

شروع کیا تو لوگوں نے وہ خط ”ابولیلیٰ“ نامی شخص کو دے کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف روانہ کیا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو دیکھا تو فرمایا: ”تم ابولیلی ہو، اور تمہارے پاس تبع کا خط ہے۔“

ابولیلی حیران ہو گئے اور پوچھنے لگے آپ کون ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”میں محمد ہوں، تبع کا خط لاؤ“ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تبع کا خط پڑھا تو فرمایا:

مرحبا بتبع الأخ الصالح

ترجمہ: ”بھائی تبع کو خوش آمدید، بھائی تبع کو خوش آمدید، بھائی تبع کو خوش آمدید“ (عمدة القاری شرح صحیح البخاری للعینی، ت: 855ھ)

اس خط سے تبع رحمہ اللہ کا عشق و محبت ٹپکتا ہوا نظر آتا ہے۔ خط کا عنوان یہ تھا:

”الی محمد بن عبد الله خاتم النبيين ورسول رب العالمين صلوات الله عليه من تبع، أمانة الله في يد من وقع الى أن يوصل الى صاحبه“

ترجمہ: یہ خط تبع کی طرف سے محمد بن عبد اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو لکھا جا رہا ہے جو کہ خاتم النبیین ہیں، تمام جہانوں کے پالنہار کے رسول ہیں۔ یہ خط حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) تک پہنچنے تک جس ہاتھ میں بھی جائے اللہ کی امانت ہے۔

خط کا متن

أما بعد، فإني آمنت بك وبكتابك الذي أنزل عليك، وأنا على دينك وسنتك، وآمنت بربك ورب كل شي، وآمنت بكل ما جاء من ربك من شرائع الإسلام، فإن أدركتك فبها ونعمت، وإن لم أدركك فاشفع لي ولا تنسني يوم القيامة، فإني من أمتك الأولين وبايعتك قبل مجيئك، وأنا على ملتك وملة أبيك إبراهيم عليه السلام

ترجمہ: اما بعد، میں آپ پر اور جو کتاب آپ پر نازل کی گئی اس پر ایمان لایا، میں آپ کے دین و سنت پر ہوں، میں آپ کے رب اور ہر چیز کے رب پر ایمان لایا، اور جو اسلام کے احکامات آپ کو اپنے رب کی طرف سے ملے ان سب پر ایمان لایا، اگر میری آپ سے ملاقات ہوگئی پھر تو کیا ہی کہنے ہیں اور اگر میں آپ کا زمانہ نہ پا سکا تو میری شفاعت کیجئے گا اور قیامت کے دن مجھے مت بھولئے گا۔ میں آپ کی

ابتدائی امت میں سے ہوں اور میں نے آپ کی تشریف آوری سے قبل ہی آپ سے بیعت کر لی ہے۔اور میں آپ کی اور حضرت ابراہیمؑ کی ملت پر ہوں"۔

(تفسیر قرطبی، ت: 671ھ،مختصر تاریخ دمشق للافریقی ت؛ 711ھ،البحر المحیط فی التفسیر للاندلسی ت: 745ھ،السیرۃ الحلبیۃ لبرہان الدین، ت: 1044ھ،روح المعانی للآلوسی، ت: 1270ھ)

اس کے بعد تبع نے یہ اشعار کہے:

شهدت على أحمد أنه　　رسول من بارئ النسم

فلو مد عمري الي عمره　　لكنت وزير اله وابن عم

ترجمہ: میں نے گواہی دی کہ حضرت احمد اس اللہ کے رسول ہیں جو کہ روحوں کو پیدا کرنے والا ہے۔اگر میری ملاقات حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوتو میں ان کا وزیر اور چچازاد بھائی ہوں گا۔(حاشیہ جلالین)

فائدہ

اس واقعے سے امم سابقہ میں حضور صلی اللہ علیہ کی شہرت اور تبع کی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے جو محبت نمایاں ہوتی ہے وہ کسی بیان کی محتاج نہیں ہے۔یہ واقعہ ہمارے لئے بھی مقام شکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بغیر کسی استحقاق و مطالبے کے اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی اس امت میں پیدا کیا جس امت میں شمولیت کے لئے بڑے بڑے لوگ خواہشمند رہے۔اس نعمت پر جتنا شکر ادا کیا جائے کم ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں اس نعمت کی قدر دانی کی توفیق نصیب فرمائے، کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت نصیب فرمائے ،حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع نصیب فرمائے ،قیامت کے دن حضور صلی اللہ کی شفاعت نصیب فرمائے،حوض کوثر نصیب فرمائے اور جنت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک قدموں میں جگہ نصیب فرمائے۔

آمین۔

***

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک

(احادیث کی روشنی میں)

محمد سرفراز شریف
تخصص فی علوم الحدیث جامعہ دار التقوی لاہور

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال مبارک کو کما حقہ تعبیر کر دینا ناممکن ہے نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر کشی قابو سے باہر ہے لیکن اپنی ہمت اور وسعت کے موافق حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے اس کو ضبط فرمایا اور اس کو آگے امت تک پہنچایا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک نہایت حسین اور دلکش تھا۔ آپ میانہ قد، گندمی رنگت اور کشادہ سینہ رکھتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال نہ زیادہ گھنگھریالے تھے اور نہ ہی بالکل سیدھے، بلکہ تھوڑے گھنگھریالے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں سیاہ اور بڑی تھیں، جن میں قدرتی طور پر کشش پائی جاتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی کشادہ اور روشن تھی، اور ناک قدرے لمبی اور خوبصورت تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہونٹ پتلے اور مسکراتے ہوئے تھے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ٹھوڑی بھی خوبصورت تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دانت موتیوں کی طرح چمکتے تھے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہونٹوں پر ہمیشہ ایک مسکراہٹ رہتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ اور پاؤں بھی نہایت خوبصورت اور متناسب تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ موتیوں کی طرح چمکتا تھا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم سے ہمیشہ خوشبو آتی تھی۔

ہجرت کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام معبد خزاعیہ رضی اللہ عنہا کے خیمے سے گزرے

تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روانگی کے بعد اپنے شوہر سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ مبارک کا جونقشہ کھینچا وہ یہ تھا۔ چمکتا رنگ، تابناک چہرہ، خوبصورت ساخت، نہ موٹاپے کا عیب، نہ گنجے پن کی خامی، جمال جہاں تاب کے ساتھ ڈھلا ہوا پیکر، سرگیں آنکھیں، لمبی پلکیں، بھاری آواز، لمبی گردن، سفید و سیاہ آنکھیں، سیاہ سرگیں پلکیں، باریک اور باہم ملے ہوئے ابرو چمکدار کالے بال، خاموش ہوں تو باوقار، گفتگو کریں تو پرکشش، دور سے دیکھنے میں سب سے تابناک و پر جمال، قریب سے سب سے خوبصورت اور شیریں، گفتگو میں چاشنی، بات واضح اور دوٹوک، نامختصر نہ فضول، انداز ایسا کہ گویا لڑی سے موتی جھڑ رہے ہیں، درمیانہ قد، نہ ہی بہت پست کہ نظر انداز ہو جائے، اور نہ بہت لمبا کہ ناگوار لگے، دو شاخوں کے درمیان ایسی شاخ کی طرح ہیں جو سب سے زیادہ تازہ اور خوش منظر ہے، رفقا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد حلقہ بنائے ہوئے، کچھ فرمائیں تو توجہ سے سنتے ہیں، کوئی حکم دیں تو لپک کر بجالاتے ہیں، نہ ترش رو، نہ لغو گو۔

حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ لمبے تڑنگے تھے نہ چھوٹے قد کے، لوگوں کے حساب سے درمیانہ قد کے تھے، بال نہ زیادہ گھنگریالے تھے نہ بالکل کھڑے کھڑے بلکہ دونوں کے بیچ بیچ کی کیفیت تھی، رخسار نہ بہت زیادہ پر گوشت تھا، نہ تھوڑی چھوٹی اور پیشانی پست، چہرہ کسی قدر گولائی لیے ہوئے تھا، رنگ گورا گلابی، آنکھیں سرخی مائل، پلکیں لمبی، جوڑوں اور مونڈھوں کی ہڈیاں بڑی بڑی، سینہ پر ناف تک بالوں کی ہلکی سی لکیر بقیہ جسم بالوں سے خالی، ہاتھ اور پاؤں کی انگلیوں پر گوشت، چلتے تو قدرے جھٹکے سے پاؤں اٹھاتے اور یوں چلتے گویا کسی ڈھلوان پر چل رہے ہیں۔ جب کسی طرف توجہ فرماتے تو پورے وجود کے ساتھ متوجہ ہوتے، دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سارے انبیاء علیہم السلام کے خاتم تھے، سب سے زیادہ سخی دست، اور سب سے بڑھ کر جرأت مند، سب سے زیادہ صادق اللہجہ اور سب سے بڑھ کر عہد و پیمان کے پابند، سب سے زیادہ نرم طبیعت اور سب سے شریف ساتھی، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اچانک دیکھتا ہیبت زدہ ہو جاتا، جو جان پہچان کے ساتھ ملتا محبوب رکھتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصف بیان کرنے والا یہی کہہ سکتا ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا نہیں دیکھا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر بڑا تھا، جوڑوں کی

ہڈیاں بھاری بھاری تھیں، سینے پر بالوں کی لمبی لکیر تھی، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم چلتے تو قدرے جھک کر چلتے گویا کسی ڈھلوان سے اتر رہے ہیں۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالی عنہ کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دہانہ کشادہ تھا، آنکھیں ہلکی سرخی لیے ہوئے اور ابروئیں باریک۔

حضرت ابو الطفیل رضی اللہ تعالی عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گورے رنگ، پر ملاحت چہرے اور میانہ قدوقامت کے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ کا ارشاد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلیاں کشادہ تھیں، اور رنگ چمکدار نہ خالص سفید نہ گندم گوں، وفات کے وقت تک سر اور چہرے کے بیس بال بھی سفید نہ ہوئے تھے، صرف کنپٹی کے بالوں میں کچھ سفیدی تھی، اور چند بال سر کے سفید تھے۔

حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ تعالی عنہ کہتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہونٹ کے نیچے عنفقہ (داڑھی) میں سفیدی دیکھی۔

حضرت براء رضی اللہ تعالی عنہ کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیکر (جسم مبارک) درمیانہ تھا۔ دونوں کندھوں کے درمیان دوری تھی، بال دونوں کانوں کی لو تک پہنچتے تھے۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سرخ جوڑا زیب تن کیے ہوئے دیکھا۔ کبھی کوئی چیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ خوبصورت نہ دیکھی۔ پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اہل کتاب کی موافقت پسند کرتے تھے، اس لیے بال میں کنگھی کرتے تو مانگ نہ نکالتے لیکن بعد میں مانگ نکالا کرتے تھے۔

حضرت براء رضی اللہ تعالی عنہ کہتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ سب سے زیادہ خوبصورت تھا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق سب سے بہتر تھے۔ ان سے دریافت کیا گیا کہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ تلوار جیسا تھا انہوں نے کہا نہیں بلکہ چاند جیسا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ گول تھا۔

ربیع بنت معوذ رضی اللہ تعالی عنہا کہتی ہیں کہ اگر تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے تو لگتا کہ تم نے طلوع ہوتے ہوئے سورج کو دیکھا ہے۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالی عنہ کا بیان ہے کہ میں نے ایک بار چاندنی رات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سرخ جوڑا تھا، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا اور چاند کو دیکھتا

آخراس نتیجہ پر پہنچا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاند سے زیادہ خوبصورت ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ خوبصورت کوئی چیز نہیں دیکھی لگتا تھا سورج آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے میں رواں دواں ہے۔اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کسی کو تیز رفتار نہیں دیکھا لگتا تھا زمین آپ کے لیے لپیٹی جا رہی ہے،ہم تو اپنے آپ کو تھکا مارتے تھے،اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بالکل بے فکر۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ کا بیان ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوتے تو چہرہ دمک اٹھتا گویا چاند کا ایک ٹکڑا ہے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم غضبناک ہوتے تو چہرہ سرخ ہو جاتا گویا دونوں رخساروں میں دانہ انار نچوڑ دیا گیا ہے۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالی عنہ کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پنڈلیاں قدرے پتلی تھیں۔اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہنستے تو صرف تبسم فرماتے،آنکھیں سرمگیں تھیں،تم دیکھتے تو کہتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آنکھوں میں سرمہ لگا رکھا ہے حالانکہ سرمہ نہ لگا ہوتا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ارشاد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے کے دونوں دانت الگ الگ تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم گفتگو فرماتے تو ان دانتوں کے درمیان سے نور جیسا نکلتا دکھائی دیتا، گردن گویا چاندی کی صفائی لیے ہوئے گڑیا کی گردن تھی،پلکیں طویل،داڑھی گھنی،پیشانی کشادہ ابرو پیوستہ اور ایک دوسرے سے الگ،ناک اونچی،رخسار ہلکے،لبہ سے ناف تک چھڑی کی طرح دوڑا ہوا بال،اوراس کے سوا شکم اور سینے پر کہیں بال نہیں،البتہ بازو اور مونڈھوں پر بال تھے۔شکم اور سینہ برابر،سینہ مسطح اور کشادہ،کلائیاں بڑی بڑی،ہتھیلیاں کشادہ،قد کھڑا،تلوے خالی،اعضاء بڑے بڑے،جب چلتے تو جھٹکے کے ساتھ چلتے،قدرے جھکاؤ کے ساتھ آگے بڑھتے،اور سہل رفتار سے چلتے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کوئی حریر و دیباج نہیں چھوا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی سے زیادہ نرم ہو اور نہ کبھی کوئی عنبر یا مشک یا کوئی ایسی خوشبو سونگھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو سے بہتر ہو۔

حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ تعالی عنہ کہتے ہیں میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ اپنے چہرہ پر رکھا وہ برف سے زیادہ ٹھنڈا اور مشک سے زیادہ خوشبودار تھا۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالی عنہ جو بچے تھے کہتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے رخسار پر ہاتھ پھیرا تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ایسی ٹھنڈک اور ایسی خوشبو محسوس کی گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے عطار کے عطر دان سے نکالا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ گویا موتی ہوتا تھا، اور حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالی عنہا کہتی ہیں کہ یہ پسینہ ہی سب سے عمدہ خوشبو ہوا کرتی تھی۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالی عنہ کہتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی راستے سے تشریف لے جاتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی اور گزرتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم یا پسینہ کی خوشبو کی وجہ سے جان جاتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہاں سے تشریف لے گئے ہیں۔

حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا مجھے اپنی بیٹی کی شادی کرنی ہے اور میں چاہتا ہوں کہ آپ میری معاونت فرما دیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کل میرے پاس آنا اور ایک کھلے منہ والی بوتل اور درخت کی ایک چھوٹی سی لکڑی ہمراہ لانا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لکڑی کے ساتھ اپنی کلائیوں سے پسینہ پونچھنا شروع فرمایا اور بوتل میں جمع فرمانے لگے حتی کہ وہ بھر گئی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو لے جا اور گھر والوں سے کہنا جب خوشبو لگانے کا ارادہ ہو تو اس لکڑی کو بوتل میں ڈبو کر بدن پر لگائیں ان کے لیے عظیم خوشبو ثابت ہو گی جب اس گھر والے اس خوشبو کو بدن پر لگاتے تو سب اہل مدینہ اس خوشبو کو سونگھنے آتے بلکہ اس گھر والوں کا نام ہی خوشبو والے لوگ پڑ گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت تھی جو کبوتر کے انڈے جیسی اور جسم مبارک ہی کے مشابہ تھی یہ بائیں کندھے کی کری (نرم ہڈی) کے پاس تھی اس پر مسوں کی طرح تلوں کا جمگھٹ تھا۔

اللہ تعالی مجھے اور آپ سب حضرات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت اور سیرت کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

***

جشن میلاد کیسے منایا جائے؟

بنت رفیق

جامعہ دارالتقویٰ شیخوپورہ

سرور دو عالم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کا دن 12 ربیع الاول کو منایا جاتا ہے، لیکن ہمیں اس کی حقیقت سمجھ لینی چاہیے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ کے ادوار میں اس دن جشن منانے کا کوئی ثبوت نہیں ملتا حالانکہ وہ سب سے زیادہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانثار تھے۔ ۱

بدعتوں کا ساز فتنہ:

اس دن لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سچے عاشق ہونے کا دعوی کرتے ہوئے ایسی بدعات کا ارتکاب کرتے ہیں جس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی واضح ممانعت اور وعید ہے فرمایا:

من احدث في امرنا هذا ما ليس منه فهو رد

ترجمہ: ”جس نے ہمارے دین میں کوئی نئی چیز نکالی جو اس کا حق نہ ہو وہ مردود ہے“

اکثریت گھروں بازاروں اور گلیوں کو سجاتی ہے میلاد کی محفلیں قائم ہوتی ہیں جن میں عورتوں کا بے پردہ اجتماع اور مرد و زن کا اختلاط ہوتا ہے ڈھول موسیقی پر مبنی نعتیں اور باقاعدہ کیک کاٹے جاتے ہیں زبان سے تو عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دعوے کرنا لیکن عمل اس کے خلاف یہ سچی محبت تو نہیں ہے بلکہ نفاق ہے جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کا تقاضا تو ان کی اطاعت اور پیروی میں پنہاں

ہے جس کی مثالیں صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگیوں سے ملتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ

ترجمہ: ”کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا۔“

حقیقی جشن میلاد کیا ہے؟

12 ربیع الاول کے دن حقیقی مومن کے افعال کیا ہونے چاہیے؟ اس کی حقیقت یہ ہے کہ ایسے آداب وسنن کو ملحوظِ خاطر رکھا جائے کہ دن بھی بابرکت گزرے اور اللہ اور رسول ﷺ کی خوشنودی بھی حاصل ہو ان میں سب سے افضل کثرت سے درود وسلام پڑھنا ہے اس کے علاوہ سیرت نبوی ﷺ کا مطالعہ کیا جائے، (جیسے سیرت مصطفی ﷺ از مولانا ادریس کاندھلوی ؒ۔)

نبی ﷺ کی سنتوں کو اپنانے کا اہتمام اور ترغیب دلائی جائے، بدعات سے خود بھی بچا جائے اور دوسروں کو بھی بچانے کی فکر کی جائے، ایسے تمام محافل جن میں غیر شرعی کام ہو رہے ہوں حتی الامکان روکنے کی کوشش کی جائے اور امت کی ہدایت کے لیے کثرت سے دعا کی جائے۔

جس دن ہم اپنی زندگی نبی ﷺ کی سنتوں کے مطابق ڈھال لیں وہی ہمارا حقیقی میلاد ہے۔

12 ربیع الاول ہے موقع اصلاح کا
بدعت چھوڑ تھام دامن مصطفی (ﷺ) کا

***

معروف حدیث قدسی » ایک تیری چاہت ہے اور ایک میری چاہت ہے (الخ) کا تحقیقی جائزہ

مفتی جواد الٰہی
شعبہ تخصص فی علوم الحدیث
جامعہ دار التقویٰ لاہور

تیسری قسط

(مشہور حدیث قدسی ہے: "(اے میرے بندے) ایک تیری چاہت ہے اور ایک میری چاہت ہے، اگر تو میری چاہت پر اپنی چاہت کو قربان کر دے تو میں تیری چاہت میں تیری کفایت کروں گا اور ہوگا وہی جو میں چاہوں گا۔ اور اگر تو میری چاہت پر اپنی چاہت کو قربان نہ کرے تو میں تجھ کو تیری چاہت میں تھکا دونگا اور ہوگا وہی جو میں چاہوں گا") یہ مضمون اس حدیث قدسی کے ثبوت کے متعلق ہے کہ آیا وہ ثابت ہے یا نہیں؟ ہماری تحقیق کے مطابق یہ حدیث قدسی ثابت ہے اور حکما مرفوع ہے۔ پہلی قسط میں حدیث کے مآخذ (نوادر الاصول (1/512) از حکیم ترمذیؒ) اور سند پر بحث کی گئی تھی۔ دوسری قسط میں یہ بتلایا گیا ہے کہ اس روایت کے حکما مرفوع ہونے کے قرائن قوی ہیں اور اس آخری قسط میں بحث کا خلاصہ اور اس کے اسرائیلی روایت ہونے کو رد کیا گیا ہے۔)

مرفوع حکمی اور اسرائیلی روایات میں فرق

مذکور بحث کے تناظر میں یہ بات بھی پیشِ نظر رہے کہ مرفوع حکمی روایت اور اسرائیلی روایت میں فرق ہے اور اس فرق کو ملحوظ رکھنا انتہائی ضروری و اہم ہے۔ بعض اوقات اسرائیلی روایات کو مرفوع حکمی سمجھ لیا جاتا ہے جو کہ واضح غلطی ہے۔ عموما اسرائیلی روایات کا مضمون چونکہ سابقہ انبیاء کے واقعات، آخرت اور احوالِ

قیامت وغیرہ سے متعلق ہوتا ہے اس لئے بادی النظر میں دیکھنے والے کو یہ اشتباہ رہتا ہے کہ آیا یہ مضمون خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے یا پھر کتبِ سماویہ سے منقول ہے؟ چنانچہ تفسیر المنار (4/356) میں ہے :

» كان الرواة ينقلون عن الصحابي أو التابعي ما مصدره هذه الاسرائيليات من غير بيان فيغتر به بعض الناس فيظنون انه لا بد أن يكون له اصل مرفوع الى النبي صلى الله عليه و سلم لانه لا يعرف بالرأي فيعدونه من الموقوف الذي له حكم المرفوع. «

اور ان دونوں (مرفوع حکمی اور اسرائیلی روایت) میں فرق پہچاننے کے لئے بنیادی اور واضح امر تو خود روایت کو بیان کرنے والا ہی ہے کہ اگر روایت کرنے والا اسرائیلیات بیان کرتا ہے تو یہ اسرائیلی روایت کہلائے گی اور اگر وہ راوی اسرائیلی روایت بیان کرنے میں معروف نہیں ہے تو اس روایت کو حکما مرفوع شمار کیا جانا چاہیے ۔

زیرِ بحث حدیث قدسی کی بات کریں تو اس میں اس بات کا قوی امکان ہے کہ یہ روایت امام حسن بصریؒ کی مراسیل میں سے ہے، حکما مرفوع ہے اور اسے امام حسن بصریؒ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اس کی ایک دلیل تو یہ ہے کہ خود حسن بصریؒ کے بقول ان کی اکثر مراسیل حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں ۔ چنانچہ ایک مرتبہ جب امام یونسؒ نے امام حسن بصریؒ سے ان کی مراسیل کے بارے میں پوچھا تو آپؒ نے ارشاد فرمایا :

» كل شئ سمعتني أقوله : قال رسول الله صلى الله عليه وعلى آله وسلم، فهو عن علي بن أبي طالب، غير أني في زمان لا أستطيع أن أذكر علياً «۔ (شرح علل الترمذی لابن رجب الحنبلی (1/195))۔

اس کی مزید تائید اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ یہی روایت اہل تشیع کے امام ابوجعفر ابن بابویہ محمد بن علی القمی (متوفی 380ھ) نے اپنی کتاب »التوحید« (ص 337) میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے (یہ ابن بابویہ قمی وہی ہیں جن سے لسان المیزان میں حافظ ابن حجرؒ نے شیعہ رواۃ کے حالات نقل کئے ہیں) اور انہی کے حوالہ سے محمد بن حسن حر عاملی شیعی (1104ھ) نے اسے »الجواهر السنية فی الاحاديث القدسية« (ص70) میں درج کیا ہے، اس روایت کی سند اور متن یوں ہے :

»حدثنا أحمد بن الحسن القطان، قال: حدثنا أحمد بن محمد بن سعيد الهمداني، قال: حدثنا علي بن الحسن بن علي بن فضال، عن أبيه، عن مروان ابن مسلم، عن ثابت بن أبي صفية، عن سعد الخفاف، عن الأصبغ بن نباتة، قال: قال أمير المؤمنين عليه السلام: أوحى الله عز وجل إلى داود عليه السلام: يا داود تريد وأريد ولا يكون إلا ما أريد، فإن أسلمت لما أريد أعطيتك ما تريد، وإن لم تسلم لما أريد أتعبتك فيما تريد، ثم لا يكون إلا ما أريد۔«

اس کی سند میں دوراوی (ثابت بن ابی صفیۃ اور سعد الخفاف) سنن ترمذی اور سنن ابن ماجہ کے راوی ہیں اور قطع نظر اس سے کہ اس روایت کا مصدر مشکوک ہے اس سے کم از کم اتنی بات کا رجحان تو پیدا ہوتا ہے کہ امام حسن بصریؒ نے مذکورہ روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ یا کسی اور صحابی سے سنی ہوگی اور یہ اسرائیلی نہیں بلکہ مرفوع حکمی روایت ہے اور پھر اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہو تو خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کا شمار بھی اسرائیلی روایات بیان کرنے والے صحابہ کرام میں نہیں ہوتا ہے تو قوی امکان ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے یہ روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی ہو۔

ان امور کے پیشِ نظر یہ بات عیاں ہوجاتی ہے کہ مذکورہ حدیث قدسی حسن بصریؒ کی مراسیل میں سے ہے اور یہ حکما مرفوع ہے۔مراسیل امام حسن بصریؒ

پھر یہ ایک علیحدہ بحث ہے کہ امام حسن بصریؒ کی مراسیل محدثین کے ہاں قوی ہیں یا ضعیف؟ اس متعلق ائمہ محدثین کی آراء مختلف ہیں۔ امام احمد بن حنبلؒ اسے »أوهى المراسيل« شمار کرتے ہیں۔امام یحیی بن سعید القطانؒ فرماتے ہیں:"میں نے مراسیل حسن کو جانچا تو ایک دو احادیث کے علاوہ ان کی جملہ مراسیل ثابت ہیں"۔

جبکہ علی ابن المدینیؒ کا کہنا ہے :

» مرسلات الحسن البصري التي رواها عنه الثقات صحاح، ما أقل ما يسقط منها«. (تدریب الراوی:222/1)۔

اسرائیلیات اور حدیث قدسی

بعض علماء و محققین کی رائے ہے کہ مذکورہ حدیث قدسی اسرائیلیات میں سے ہے اسے اسرائیلی

روایت کے طور پر بیان کر سکتے ہیں لیکن اس روایت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب کر کے بیان کرنا جائز نہیں۔ چنانچہ غیر معتبر روایات کا فنی جائزہ (2/387) میں ہے:

علامہ اسماعیل استنبویؒ نے "تفسیر روح البیان" میں اس روایت کو بعض کتب الٰہیہ کے حوالے سے نقل کیا ہے ملاحظہ ہو:

»انّ في بعض الكتب الالهية: عبدي تريد و أريد و لا يكون إلا ما أريد«

روایت کا حکم:

مذکورہ روایت تلاش کے باوجود مرفوعا کہیں نہیں مل سکی لہذا اس روایت کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف انتساب کر کے بیان کرنا درست نہیں ہے البتہ بظاہر اسرائیلی روایت ہونے کی بنا پر اسے اسرائیلی روایت کہہ کر بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اس طرح محقق عالمِ دین حضرت مولانا اسد اللہ خان پشاوری صاحب مدظلہ العالی اپنے ایک مضمون »روایت انت ترید و انا ارید کے بارے میں کی جانے والی تحقیقات کا جائزہ« (ص 11) میں فرماتے ہیں:

«ایک تو یہ سند غیر متصل ہے حسن بصریؒ کے بعد سند نہیں ہے۔۔۔۔اس اعتبار سے اس کو بیان کرنے سے فی الحال توقف کرنا چاہیے لیکن اس میں ایک اور پہلو ہے کہ یہ اسرائیلیات میں شمار کی جائے«۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث قدسی کو اسرائیلی روایات میں شمار کرنا بظاہر اس وجہ سے ہے کہ بعض کتابوں میں اس روایت کو اس انداز سے بیان کیا گیا ہے کہ یہ اسرائیلی روایت معلوم ہوتی ہے جیسے تفسیر روح البیان میں » روي ان في بعض الكتب الالهية « کہہ کر بیان کیا گیا ہے لیکن اس سے اس روایت کا اسرائیلیات میں سے ہونا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ تفسیر روح البیان ہی کے بعض دیگر مقامات پر اسے حدیث کہہ بھی بیان کیا گیا ہے جس سے اس کے حدیث قدسی ہونے کی جہت راجح ہوتی ہے۔

چنانچہ تفسیر روح البیان میں (7/457) پر »فی الحدیث القدسی« اور دوسری جگہ (6/464) »جاء فی بعض الآثار« کہہ کر بیان کیا گیا ہے اور ملّا علی القاریؒ اور دیگر ائمہ سے بھی اسے "حدیث قدسی" کہنا ثابت ہے۔ اور پھر اسے روایت کرنے والے راوی (امام حسن بصریؒ) اسرائیلی روایت بیان کرنے میں معروف نہیں ہیں۔ اس تناظر میں اسے اسرائیلیات میں منحصر کرنا کیونکر درست ہوسکتا ہے؟

نیز صحابی یا تابعی کے اسرائیلی روایت بیان کرنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ روایت انہیں رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطہ سے نہیں پہنچی ہے اور احادیث قدسیہ میں یہ امر ملحوظ رہتا ہے کہ وہ حقیقتا یا حکما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہوں ۔اگر حدیث قدسی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی نہ ہو تو اسے حدیث قدسی کہنا درست نہیں ۔اس تناظر میں دیکھا جائے تو مذکورہ روایت کو اسرائیلی اور قدسی دونوں کہنا بظاہر محلِ نظر معلوم ہوتا ہے ۔چنانچہ جن علماء و محدثین سے حدیث قدسی کی تعریف منقول ہے اس میں حدیث قدسی کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہونے کی قید موجود ہے۔حدیث قدسی کی مختلف تعریفات درج ذیل ہیں:

ملّا علی القاریؒ »الاحادیث القدسیۃ الاربعینیۃ «(ص10) میں فرماتے ہیں :

»هو ما يرويه صدر الرواة و بدر الثقات عليه افضل الصلوات وأكمل التحيات عن الله تبارك و تعالى تارة بواسطة جبريل عليه الصلاة و السلام و تارة بالوحي و الإلهام و المنام مفوضا إليه التعبير بأي عبارة شاء من أنواع الكلام«.

علّامہ طیبیؒ نے »الكاشف عن حقائق السنن «(455/2) میں یوں تعریف کی ہے:

»و الحديث القدسي إخبار الله تعالى نبيه معناه بإلهام أو بالمنام فأخبر النبي أمته عن ذلك المعنى بعبارة نفسه و سائر الاحاديث لم يضفه إلى الله تعالى و لم يروه عنه كما أضاف وروى القدسي«.

علّامہ ابن حجر ہیتمیؒ »الفتح المبین فی شرح الاربعین «(ص432) میں نقل کرتے ہیں :

»اعلم أن الكلام المضاف إليه تعالى أقسام ثلاثة ..... ثالثها : بقية الاحاديث القدسية وهي ما نقل إلينا آحادا عنه صلى الله عليه و سلم مع إسناده لها عن ربه فهي من كلامه تعالى فتضاف إليه وهو الأغلب«

اور شیخ عوامہ مدظلہ العالی نے تو اپنی کتاب »من صحاح الاحادیث القدسیہ «(ص10) میں یہ بات صراحتا ذکر کی ہے کہ اسرائیلیات کو احادیث قدسیہ میں شمار نہیں کیا جاتا ہے چنانچہ فرماتے ہیں :

»الثالث: يرويه (اي الحديث القدسي) النبي صلى الله عليه و سلم، خرج به ما كان من رواية غيره صلى الله عليه و سلم، كالذي ينقل في الاسرائيليات و نحوها و لو صح سنده و كالحديث الذي ذكره الشيخ محمد المدني في آخر كتابه الاتحافات السنية: عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه قال: حدثت أن

موسی أو عیسی قال: یارب ما علامة رضاك عن خلقك؟ فقال الله عز وجل: أن انزل علیهم الغیث إبان زرعهم..... فهذا لا یعد قدسیا بحال ما. و کذلك لا یعد قدسیا إذا کان من روایة الصحابي عن کتاب من کتب الله السماویة.«

مذکورہ تصریحات کے پیشِ نظر تو یہ بات عیاں ہوجاتی ہے کہ مذکورہ روایت کو حدیث قدسی اور اسرائیلی دونوں کہنا محلِ نظر ہے۔ ہاں اگر اسے اس لئے اسرائیلی روایت میں شمار کیا جائے کہ اس کا مضمون درست ہے اور اسرائیلی روایت کہنے میں سند کے اعتبار سے صحت کی ضرورت نہ رہے گی تو اس صورت میں اسے اسرائیلی روایت شمار کرنا ایک الگ بات ہے لیکن یہ اس کا آخری درجہ ہوسکتا ہے۔

مذکورہ بحث کے تناظر میں بندہ کے نزدیک چونکہ یہ روایت حکما مرفوع ہے اس لئے اسے حدیث کہہ کر بیان کیا جاسکتا ہے جیسا کہ ملّا علی القاریؒ ودیگر ائمہ عظام نے اسے حدیث قدسی کہہ کر بیان کیا ہے اور یہ روایت گو سندا ضعیف ہے لیکن قابلِ بیان ہے کیونکہ یہ اصل معمول بہ (مشیتِ الہیہ) کے تحت داخل ہے۔

خلاصہ البحث

زیرِ بحث حدیث قدسی امام حکیم ترمذیؒ کی » نوادر الاصول « میں امام حسن بصریؒ سے سند کے ساتھ مروی ہے۔ یہ روایت سند کے اعتبار سے ضعیف ہے لیکن قابلِ بیان ہے۔ اسے حدیث قدسی کہہ کر بیان کیا جاسکتا ہے۔

ائمہ کرامؒ نے مذکورہ روایت کو صیغہ تمریض کے ساتھ نقل کیا ہے۔

یہ روایت وعظ ونصیحت سے متعلق ہے اس لئے اسے ضعف کی صراحت کے بغیر بھی بیان کر سکتے ہیں لیکن بہتر یہی ہے کہ اسے اس طرز پر بیان کیا جائے جیسا کہ ائمہ عظامؒ سے ثابت ہے۔

اس روایت کو محض اسرائیلیات میں منحصر کرنا محلِ نظر ہے۔

اس روایت کو موضوع، من گھڑت یا بے سند روایت کہنا درست نہیں کیونکہ اس کی اصل موجود ہے۔

راقم الحروف کے نزدیک یہ حدیث قدسی حکما مرفوع ہے۔

❊❊❊

دعوتی خطوط کے جوابات

مولانا سعید احمد خان مہاجر مدنی رحمۃ اللہ

الصلاۃ طریق إلی حل المسائل

الأخ المحترم المکرم فرخ محمود - زید مجدہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تلقینا رسالتکم في اجتماع (بھوفال) في 25 من دیسمبر، وقد قرأھا الشیخ یوسف دامت برکاتھم أیضاً، نسأل اللہ تعالی أن یرزقنا الفکر الصحیح، والجھد الصحیح الصحیح، والإخلاص للہ إن ذکر الدنیا والسعي لھا والجھد للحصول علیھا، وطلب راحتھا ونعیمھا ھي الأشیاء التي تشغلنا عن الآخرۃ، وتقلل من إیماننا ویقیننا، وتنقص الخشوع والتوجہ إلی اللہ والإخلاص في العبادات. وھي الأسباب التي تفسد المعاملات، وکذا المعاشرۃ الإسلامیۃ، لذا فیصعب أن یزدھر الدین ویدخل في حیاۃ أجیالنا القادمۃ مالم نعمل علی ترقیۃ مراتب إیماننا بالدعوۃ، وبالمجاھدۃ بالأموال والأنفس. فالشيء الذي یُعمل فیہ الإنسان قواہ الأربعۃ؛ یحیا ویزدھر، وھي: القلب والدماغ، والنفس، والمال؛ وتلک سنۃ اللہ.

فقد كان الشيخ محمد إلياس رحمه الله يقول: اخرجوا في سبيل الله وفي القلب شوق الشهادة، كيلا تتمكن الدنيا من جذبكم إليها، وأكثروا من التفكر لمقتضيات الدين، حتى تضعف مقتضيات الدنيا ومتطلباتها في القلوب، وبهذا تغلب أهمية الدين وعظمته في القلوب على أهمية الدنيا وعظمتها؛ وحينئذ يبعث الله تعالى رياح الرحمة، ويمد لنا النصر، وينزل بركات من السماء ويخرجها من الأرض، فيبدو الحق واضحاً أمام أهل الباطل، ويرجعون إلي الحق. إن من أسباب عدم التفات أهل الباطل إلى الحق أنه يظهر لهم باطلنا، لذا لا يهتمون بالحق، إنهم يشاهدون أن المسلمين أيضاً يطلبون ما هم يطلبون، ألا وهو الجاه الدنيوي ونعيم الدنيا، وهذا هو أكبر باطل، الذي يشغل القلوب عن الآخرة؛ ولن يقدر أهل الحق أبدا على مواجهة باطل الكفر والغلبة عليه مالم يهدموا بنيان هذا الباطل.

لقد بدل الله يوم احد النصر بالهزيمة ،و نقص من قوة أهل الحق بسب خطاء واحد فقط !مع كان خطاء اجتهاديا،و علل الهزيمة في القرآن بقوله :"منكم من يرد الدنيا "الآية مع أنه لم يكن جميعهم يريد الدنيا، بل كان من يريدها بعض البعض منهم. لذا فعلينا أن نعيش حسب سنة الله ونظامه الغيبي، يسود على جميع الأمة اليوم نظام الباطل، ولن يزول هذا النظام إلا يجهد الدعوة، إننا نرى اليوم خروج (أربعين يوما) أو (عشرون يوما) أو خروج سنة أو سنة و نصف من التضحيات الكبرى! التي إذا نرجع منها لا نجد شهواتنا مغلوبة، ولا نشعر بأن المتطلبات الدنيوية قد تكسرت شدتها، ونرى أن أعيننا لا تزال مؤمنة على المشاهدات، ولم تنقلب قلوبنا إلى اليقين على الغيب فالعلاج الوحيد لجميع مشاكلنا والحل الوحيد لجميع مسائلنا هو الدعوة وليس غير.

والأمور المسطورة في رسالتكم حلها أيضاً في الدعوة اجتهدوا في سبيل الله ليحصل به هم ذهاب الدين، ويغلب فكر الآخرة على الدنيا، ولكي نجد

الحلاوة في الصلوات، وسنعرف كيف تحل الصلاة مسائلنا، وستكون كلمة ذكر واحد كافية لفتح ابواب خيرات السماء والارض وتحول أسباب العذاب إلى أسباب الرحمة، وتبدلهم من بعد خوفهم أمناً.

أرجو أن تقرئ رسالتي جميع الأحباب هناك؛ وأن ترسل نسخة منها إلى الأخ (فضل عظيم) بمكة المكرمة. وعلى جميع الأصدقاء السلام

سعيد احمد خان (رحمه الله رحمة واسعة)

عزیز اور محترم بھائی فرخ محمود صاحب اللہ آپ کا رتبہ بلند فرمائے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

25 دسمبر کو بھوپال میں ہونے والے اجتماع میں آپ کا خط موصول ہوا، شیخ یوسف دامت برکاتہم نے بھی اسے پڑھا ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے صحیح فکر، صحیح کوشش اور اللہ کے لیے اخلاص کی دعا کرتے ہیں۔ دنیا کا ذکر، اس کے لیے جدوجہد، اس کی راحت اور نعمتوں کی طلب وہ چیزیں ہیں جو ہمیں آخرت سے غافل کرتی ہیں، ہمارے ایمان اور یقین کو کمزور کرتی ہیں، اور عبادات میں خشوع، اللہ کی طرف توجہ اور اخلاص میں کمی لاتی ہیں۔ یہی وہ اسباب ہیں جو ہمارے معاملات اور اسلامی معاشرت کو خراب کرتے ہیں، جس کی وجہ سے ہمارے لیے دین کا فروغ اور ہماری آئندہ نسلوں کی زندگیوں میں اس کا داخل ہونا مشکل ہو جاتا ہے، جب تک کہ ہم دعوت اور مال وجان کی قربانیوں سے اپنے ایمان کے درجات کو بلند نہ کریں۔ جس چیز میں انسان کی چاروں قوتیں، یعنی دل، دماغ، نفس، اور مال، لگائی جاتی ہیں، وہ زندہ ہوتی ہے اور بڑھتی ہے۔ یہ اللہ کا دستور ہے۔

مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے: ”اللہ کے راستے میں نکلو اور دل میں شہادت کا شوق ہو، تاکہ دنیا تمہیں اپنی طرف نہ کھینچ سکے۔“ دین کے تقاضوں پر زیادہ سے زیادہ غور وفکر کرو، تاکہ دلوں میں دنیا کے تقاضے اور خواہشات کمزور پڑ جائیں۔ اس طرح دین کی اہمیت اور عظمت دلوں میں دنیا کی اہمیت پر غالب آجائے گی۔ تب اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کی ہوائیں چلائے گا، ہمیں نصرت عطا فرمائے گا، آسمان سے برکتیں نازل کرے گا اور زمین سے انہیں باہر نکالے گا، جس سے حق اہل باطل کے سامنے واضح ہو جائے گا اور وہ حق کی طرف لوٹ آئیں گے۔ اہل باطل کے حق کی طرف توجہ نہ کرنے کی ایک وجہ یہ ہے کہ انہیں

ہمارا باطل نظر آتا ہے، اس لیے وہ حق پر توجہ نہیں دیتے۔ وہ دیکھتے ہیں کہ مسلمان بھی وہی کچھ چاہتے ہیں جو وہ چاہتے ہیں، یعنی دنیاوی شہرت اور دنیا کی نعمتیں، اور یہ سب سے بڑا باطل ہے جو دلوں کو آخرت سے دور کرتا ہے۔ اہل حق کبھی بھی کفر کے باطل کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے اور اس پر غالب نہیں آسکیں گے، جب تک کہ وہ اس باطل کی عمارت کو منہدم نہ کر دیں۔

جنگ احد کے دن، اللہ نے فتح کو شکست میں بدل دیا اور اہل حق کی قوت میں صرف ایک غلطی کی وجہ سے کمی کر دی، حالانکہ وہ اجتہادی غلطی تھی۔ قرآن میں شکست کی وجہ یہ بیان فرمائی: "تم میں سے بعض دنیا چاہتے تھے۔" حالانکہ ان سب نے دنیا نہیں چاہی تھی، بلکہ ان میں سے کچھ ہی تھے جو دنیا چاہتے تھے۔ لہٰذا، ہمیں اللہ کے دستور اور اس کے غیبی نظام کے مطابق زندگی گزارنی چاہیے۔ آج پوری امت پر باطل کا نظام غالب ہے، اور یہ نظام دعوت کی کوشش کے بغیر ختم نہیں ہو سکتا۔ ہم آج یہ دیکھتے ہیں کہ چالیس دن، بیس دن یا ایک سال یا ڈیڑھ سال کی بڑی قربانیوں کے بعد بھی جب ہم واپس آتے ہیں تو ہماری خواہشات مغلوب نہیں ہوتیں، ہمیں یہ محسوس نہیں ہوتا کہ دنیاوی ضروریات کی شدت کم ہو گئی ہے، اور ہم دیکھتے ہیں کہ ہماری آنکھیں اب بھی دنیاوی مشاہدات پر یقین رکھتی ہیں اور ہمارے دل غیب پر مکمل یقین نہیں رکھتے۔

ہماری تمام پریشانیوں اور مسائل کا واحد حل صرف اور صرف دعوت ہے۔ آپ کے خط میں بیان کردہ مسائل کا حل بھی دعوت میں ہے۔ اللہ کے راستے میں کوشش کریں تاکہ دین کی فکر پیدا ہو، آخرت کی فکر دنیا پر غالب آ جائے، اور ہمیں نمازوں میں لذت محسوس ہو۔ تب ہم جان پائیں گے کہ نماز کس طرح ہمارے مسائل حل کرتی ہے۔ اس وقت اللہ کا ایک ذکر ہی آسمانوں اور زمین کے خزانوں کے دروازے کھولنے، عذاب کے اسباب کو رحمت کے اسباب میں بدلنے اور خوف کے بعد امن عطا کرنے کے لیے کافی ہوگا۔

میری درخواست ہے کہ میرا یہ خط وہاں موجود تمام احباب کو پڑھایا جائے اور اس کی ایک نقل مکہ مکرمہ میں بھائی فضل عظیم کو بھی بھیج دی جائے۔

تمام دوستوں کو سلام۔

سعید احمد خان (رحمہ اللہ رحمہ واسعہ)

****

سوانح: داعی الی اللہ حضرت مولانا سعید احمد خاں مہاجر مدنیؒ

تیسری قسط

انتخاب مولوی فہد اعوان
جامعہ دار التقویٰ لاہور

حضرت مولانا سعید خان صاحب رحمہ اللہ نے امت مسلمہ کی رہنمائی کے لیے دنیا بھر میں تبلیغی اسفار کئے اور اس دوران وعظ و نصحیت کا سلسلہ جاری رہا جو دعوت و تبلیغ کا کام کرنے والوں کے لیے نایاب تحفہ ہے، حضرت کے خطابات کتابی شکل میں شائع ہو چکے ہیں۔ ادارہ قسط وار حضرت کی کتاب کا سلسلہ شروع کر رہا ہے۔ ان شاء اللہ العزیز یہ قارئین کے لیے علم، بصیرت اور فہمِ دین کے کئی پہلو پر رہنمائی کریں گی۔

حجاز مقدس سے واپسی اور سفر آخرت

حرمین کی محبت و کشش کی وجہ سے جہاں مولانا کی زندگی کا بڑا حصہ (نصف صدی) دن رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشن کی تکمیل میں گزر رہے تھے، مولانا کو چین نہیں لینے دے رہے تھے، بار بار تڑپ تڑپ کر کبھی عمرے کے بہانے، کبھی رمضان المبارک کے، کبھی حج کے حیلے بہانے سے جا پہنچے۔ شوال 1418ھ میں پھر اخراج ہوا، چند ہی دنوں میں ارض حرم کی کشش نے کھینچ لیا۔ اب یہ 94 سالہ مرد مجاہد زندگی بھر تگ و دو اور مختلف آزار و بیماریوں کے سبب تھک کر چور ہو چکا ہے، اس کے دل میں ایک ہی خواہش مچل رہی ہے

کہ جنت البقیع میں دامن رسول اللہ ﷺ کے زیر سایہ محو استراحت ہو جائے۔ اب اس کا دن و رات کا واحد مشغلہ قرآن کریم کی تلاوت رہ گیا ہے۔ بات چیت بھی بقدر ضرورت فرماتے، کتاب اللہ کو اپنا رفیق و مونس بنا لیا ہے۔ 1995ء کے حج میں بندہ نے دیکھا کہ جاسوسوں کی شرارت سے بچنے کے لیے حضرت مولانا کی زیارت و ملاقات پر پابندی لگا دی گئی ہے، دنیا بھر سے آنے والے دور ہی سے مولانا کی زیارت کر کے اپنے آپ کو تسکین دے لیتے ہیں۔ ایک رات بندہ مسجد نور (اور اب مسجد عمار بن یاسر) پہنچا، مسجد میں حضرت مولانا کی تشریف آوری سے پہلے اعلان کیا کہ کوئی صاحب مصافحہ نہ کریں۔

نماز کے بعد مولانا نے حجرے میں طلب فرمایا، بندہ دیر تک اس عظیم ہستی کو دیکھتا رہا جس نے پوری زندگی دین کی فکر و عمل میں گزاری تھی اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں دنیا بھر کی خاک چھانی تھی، دنیا کا کون سا ملک و علاقہ تھا جہاں پر رسول اللہ ﷺ کا وارث اللہ کا پیغام پہنچانے نہیں گیا۔ اور اب اس کا صرف ایک ہی کام رہ گیا ہے اور وہ ہے تلاوت قرآن، دن رات تلاوت قرآن میں بسر ہو رہی ہے۔ مولانا کے ضعف و نکاہت پر آنکھیں بھر آئیں، دیر تک شفقت بھری باتیں فرماتے رہے، حسب عادت مٹھائی اور پھلوں سے تواضع فرمائی، مولانا سے رخصت ہوتے وقت دل میں بار بار خیال آتا تھا، پتہ نہیں اب یہ گناہگار آنکھیں رسول اللہ ﷺ کے اس سچے خادم اور وفادار امت کو دیکھ سکیں گی یا نہیں، بالآخر وہ گھڑی آ پہنچی جس کا دھڑکا تھا۔

26 رجب المرجب 1419ھ معراج کی رات ہے نصف شب کا وقت ہے، حضرت مولانا کی آخری آرزو دیار حبیب ﷺ میں موت اور جنت البقیع کی آغوش میں استراحت پوری ہو رہی ہے، اب قیامت تک کوئی طاقت، کوئی شرارت خاک طیبہ اور جوار رسول ﷺ سے الگ نہیں کر سکتی۔ مولانا کے نواسے عبد العزیز نے فون پر بتایا کہ وفات سے ہفتہ پہلے کھانا پینا چھوٹ گیا تھا، زبان بھی کئی دن سے بند تھی، مگر وفات سے پہلے زبان کھل گئی، قرآن پاک منگوایا اور آنکھوں سے لگایا، وفات سے پہلے بڑی بشاشت اور چہرے پر خوشی اور مسرت کی دمک تھی، آپ کا چہرہ انتہائی منور و سرخ ہو رہا تھا۔ بندہ نے عرض کیا مولانا کے چہرے پر اس وقت ایمان کی چمک و نور اور خوشی، مسرت کی تازگی نہیں آئے گی تو کس وقت آئے گی؟

غرض کہ اللہ کا وفادار بندہ تقریباً ایک صدی تک قربانیاں دینے اور دین کی خاطر دن رات تکلیفیں و مصیبتیں جھیلنے کے بعد جنت البقیع میں محو استراحت ہے۔

اس وقت کانوں میں حدیث کے وہ الفاظ گونج رہے ہیں جو آپ ہر تقریر سے پہلے فرمایا کرتے تھے ۔

مَنْ خَافَ أَدْلَجَ، و مَنْ أَدْلَجَ بَلَغَ المنْزِلَ، أَلَا إِنَّ سِلْعَةَ اللهِ غَالِيَةٌ، أَلَا إِنَّ سِلْعَةَ اللهِ الجَنَّةُ" (ترمذی)۔

ترجمہ جسے منزل پر پہنچنے کی فکر ہے وہ شروع رات سفر پر روانہ ہوجاتا ہے اور جو شروع رات میں چل دے وہ منزل پر پہنچ جاتا ہے، سن لو اللہ تعالیٰ کا سودا بہت قیمتی و مہنگا ہے، سن لو اللہ تعالیٰ کا سودا جنت ہے، آج مولانا اپنی منزل پر پہنچ گئے، ایک ایسی آنکھ بند ہوگئی جو راتوں کو امت کیلئے روتی تھی، ایک ایسے دل کی حرکت تھم گئی جو تڑپ تڑپ کر اللہ تبارک وتعالیٰ سے امت کیلئے سوچا کرتا تھا، ایک ایسا جسم محوِ استراحت ہے جو پون صدی تک دین کی خاطر مشقتیں جھیلتا رہا، صعوبتیں برداشت کرتا رہا، کیا اس عظیم خسارے و نقصان کی کوئی تلافی ممکن ہے؟ کیا اب ایسی ایمانی شخصیات نصیب ہوں گی؟ ایسے لوگ جنم لیں گے؟

***

سانحہ وفات حضرت مولانا عبدالقدوس خان قارن رحمہ اللہ

انا للہ وانا الیہ راجعون

تمام اراکین شوریٰ اور اساتذہ و منتظمین جامعہ دارالتقویٰ حضرت مولانا عبدالقدوس خان قارن رحمہ اللہ کی رحلت دلی تعزیت پیش کرتے ہیں۔ حضرت مرحوم رحمہ اللہ نہ صرف ایک عظیم عالم، مدرس، محدث تھے بلکہ اپنے بزرگوں کی علمی، دینی، تحریکی اور سیاسی وراثت کے سچے امین بھی تھے۔ ان کی خدمات مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ استحکام اور فروغ میں بے مثال ہیں۔ ان کی رحلت ایک ایسا خلا ہے جو عرصہ دراز تک محسوس کیا جاتا رہے گا۔ ہم دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت مرحوم کی مغفرت فرمائے، درجات بلند فرمائے، ان کے حسنات کو قبول فرمائے۔۔ آمین

گلدستہ ارشادات ومکتوبات مولانا الیاس صاحبؒ

جمع وترتیب: مولانا ذوالکفل صاحب

الحمدللہ جامعہ دارالتقوی کی طرف سے کچھ عرصہ پہلے دعوت وتبلیغ کی مبارک محنت کے مقاصد، اصول وآداب اور صحیح نہج کو سمجھنے کیلئے بانی تبلیغ حضرت مولانا الیاس صاحب رح کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے ارشادات وملفوظات کا ایک حسین گلدستہ شائع کیا گیا تھا جس میں تبلیغی چھ نمبر کی ترتیب پر بانی دعوت وتبلیغ کے ارشادات کو جمع کیا گیا ہے۔ یہ مجموعہ ایمانیات، عبادات، معاشرت اور اخلاق کی تعلیمات کا ایسا جامع نمونہ ہے جو ہر شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے مسلمان کیلئے مشعل راہ ہے۔ اسی افادیت کے پیش نظر اس کتاب کو قسط وار ماہنامہ دارالتقوی میں شائع کیا جا رہا ہے۔ امید ہے قارئین کیلئے یہ بے حد مفید ہوگا۔

5۔"(عبادات واذکار) کے بارے میں جو نصوص وارد ہوئے ہیں ان نصوص کو دیکھتے رہنا اوران کے پڑھنے پر جو وعدے فرمائے گئے ہیں ان کا یقین کرنا اوراس کی کوشش کرتے ہوئے اس سب اوراد کو نبھانا چاہئے۔ بڑی چیز ان وعدوں پر یقین کی کوشش ہے، یہ یقین چونکہ قلب سے تعلق رکھتا ہے، لہٰذا یہ ان عبادات کے قلب کا درجہ رکھتا ہے اور اور روحانیت کی امید اسی سے وابستہ ہوتی ہے۔"

(حضرت مولانا محمد الیاسؒ اوران کی دینی دعوت از مولانا علی میاں صاحبؒ ص:155)

6۔" ہر وقت کے لیے ان کے اپنے وقتوں کی عظمت اور حرمت میں آئی ہوئی تعریفیں اور

فضیلتیں معلوم کر کے ان کا اعتقاد کرتے ہوئے کرنا یہی ان کا طریقہ ہے، ہر ایک کی فضیلتیں حدیثوں میں الگ الگ وارد ہیں اور ہر ایک کی الگ الگ برکات اور انوار ہیں۔ ہم جیسے عامی لوگوں کیلئے بس اتنا کافی ہے کہ ہر وقت کی نماز ادا کرنے کے وقت یہ مانگ لے کہ ہر وقت کے جو برکات اور انوار ہیں، ان کا اللہ تعالیٰ ہمیں حصہ نصیب کرے۔"

(حضرت مولانا محمد الیاسؒ اور ان کی دینی دعوت از مولانا علی میاں صاحبؒ ص:155)

7۔" جی لگنے اور مزہ آنے کا دھیان نہ کریں، بلکہ اللہ اور رسول ﷺ کا حکم سمجھتے ہوئے کرتے رہیں اور ان کی اقتداء کو عظیم سمجھیں، فرمان کی تعمیل اور امر کی اقتداء بہت بڑی چیز ہے۔"

(حضرت مولانا محمد الیاسؒ اور ان کی دینی دعوت از مولانا علی میاں صاحبؒ ص:156)

مولانا کی پوری تحریک وسعی اسی" ایمان واحتساب" پر مبنی تھی، یعنی اس کے ذریعہ سے اللہ کو راضی کرنا، رسول اللہ ﷺ کی اتباع، دلالت علی الخیر (بھلائی کی طرف رہنمائی) کے طویل اور مسلسل اجر وثواب کا مستحق بننا اور مرنے کے بعد کی زندگی کے لیے سامان کرنا۔

ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:

تبلیغ کا طریقہ کچھ دل سے متعلق ہے، کچھ جوارح سے۔ دل سے جو متعلق ہے وہ چند امور ہیں۔

1۔ اس کام کیلئے پھرنے میں انبیاءؑ اور سب نبیوں کے سردار محمد ﷺ کی اتباع اور اس پاک دولت سے اللہ کو راضی کرنا ہے۔

2۔ الداعی الی الخیر کفاعلہ (بھلائی کی طرف رہنمائی کرنے والا خود عمل کرنے والے کی طرح ہے) کے مضمون کو قوت کے ساتھ دھیان میں رکھتے ہوئے اپنی کوشش سے جتنا بھی کوئی نماز، قرآن اور ذکر وغیرہ میں مصروف ہو، ان میں سے ہر ایک کے کیے ہوئے کو اپنے لئے ذخیرہ آخرت یقین کرنا ہے اور ان میں سے ہر ایک کے تفصیلی ثواب کا دھیان رکھنا ہے۔

***

نکلتے سورج کا ملک جزائر فیجی کا ایک سفر
(جنوری 2005ء/ ذوالحجہ ۱۴۲۵ھ)

سفر نامہ: شیخ الاسلام حضرت مفتی تقی عثمانی مدظلہ

تیسری قسط

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم العالیہ نے امت مسلمہ کی رہنمائی کے لیے دنیا بھر کا سفر کیا ہے۔ ان سفروں کے دوران پیش آنے والے واقعات، مختلف علاقوں کی ثقافت، وہاں کے معاشرتی و دینی حالات کو حضرت نے نہایت حسین انداز میں قلم بند فرمایا ہے۔ ان تجربات و مشاہدات کو ''جہان دیدہ''، ''دنیا مرے آگے'' اور ''سفر در سفر'' جیسی قیمتی کتب کی شکل میں مرتب کیا گیا ہے۔ زیرِ نظر شمارے سے حضرت کی کتاب سفر در سفر کا قسط وار سلسلہ شروع کیا جا رہا ہے۔ ان شاء اللہ العزیز، یہ سفر نامہ قارئین کے لیے علم، بصیرت اور فہمِ دین کے کئی در وا کرے گا۔

سووا میں

اگلے روز ساڑھے نو بجے ہم لمبا سا کے دارالحکومت سووا روانہ ہوئے۔ نسوری اور سووا دو خوبصورت جڑواں شہر ہیں ہوائی اڈا نسوری میں واقع ہے اور دارالحکومت سووا ہے سووا میں ہمارا پروگرام فجی مسلم لیگ نے ترتیب دیا تھا جو فجی کے مسلمانوں کی سب سے بڑی تنظیم ہے ہوائی اڈے سے وہ ہمیں سب سے پہلے

نسوری کے ایک عالی شان مسلم سکول کے معائنے کے لیے لے گئے یہ مسلمان بچوں کا تعلیم کا بڑا منظم ادارہ ہے جس میں تقریبا ڈیڑھ ہزار بچے زیر تعلیم ہیں یہاں انٹرمیڈیٹ کی سطح تک مروجہ سرکاری نصاب کے ساتھ ساتھ انہیں قران کریم اور بنیادی تعلیمات دینے کا انتظام ہے آج کل سکول کی چھٹیاں تھیں لیکن سکول کے پرنسپل منتظمین اور اساتذہ نے لائبریری کے ہال میں ہمارا استقبال کیا اور سکول کے بارے میں تفصیلات بتائیں معلوم ہوا کہ اسی طرز کا ایک سکول سووا میں بھی قائم ہے اور ان تعلیمی اداروں کی بنا پر مسلمان بچوں کو غیر مسلموں کے تعلیمی اداروں میں بھیجنے کے مفاسد کا بڑی حد تک سد باب ہوا ہے عصر کے بعد میزبانوں نے سووا شہر کی سیر کا پروگرام بنایا ہوا تھا یہ فجی کا سب سے ترقی یافتہ اور خوبصورت شہر ہے قدرتی مناظر کے حسن کے ساتھ عمارتی حسن کے لحاظ سے بھی اس کا روکار بڑا دلکش ہے اور اگر گرمی نہ ہوتی تو یہ سوئزرلینڈ کا کوئی شہر معلوم ہوتا اندرون شہر سے گزرتے ہوئے بالاخر ہم ساحل سمندر پر پہنچ گئے سامنے بحرالکاہل حد نظر تک پھیلا ہوا تھا البتہ اس کے دائیں جانب سرسبز وشاداب جزیرے نظر آرہے تھے فجی مسلم لیگ کے نائب صدر عبدالقیوم صاحب نے جو اصلا پاکستانی ہیں اور کئی سال سے فجی میں مقیم ہیں ایک جزیرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتایا کہ اس میں جو قبیلہ آباد ہے اسے اللہ تعالی نے ایک عجیب خصوصیت سے نوازا ہے اور وہ یہ ہے کہ اس قبیلے کے افراد کے ہاتھ پاؤں کی جلد ایسی ہے کہ جس پر آگ اثر نہیں کرتی یہ لوگ بلا تکلف آگ سے تپتے ہوئے پتھروں پر چل لیتے ہیں اور سووا کے فائو سٹار ہوٹلوں میں ہر جمعرات کو ان کے آگ پر چلنے کا مظاہرہ ہوتا ہے سیاحوں کے لیے فجی کے تعارفی کتابچے شائع کیے جاتے ہیں ان میں بھی اس قبیلے کی اس خصوصیت کا خدائی عطیہ کے عنوان سے تذکرہ کیا گیا ہے اگ پر چلنے کا مظاہرہ اور بھی بعض علاقوں میں ہوتا ہے لیکن یا تو وہ نظر بندی ہوتی ہے یا جلد پر کوئی مانع آتش مادہ استعمال کر کے یہ مظاہرہ کیا جاتا ہے یہاں کے لوگوں کا کہنا ہے کہ فجی کے اس قبیلے کا یہ مظاہرہ اس قسم کے مصنوعی انتظام سے خالی ہے بلکہ ان کی جلد واقعتا ایسی ہے جو آگ کا اثر قبول نہیں کرتی بلکہ عبدالقیوم صاحب نے خود اپنا واقعہ بیان کیا کہ ان کے سامنے ایک بچی گرم پانی سے جل گئی تھی لوگ اسے اٹھا کر ہسپتال لے جانے کے بجائے اسی قبیلے کے ایک آدمی کے پاس لے گئے اور تھوڑی دیر میں وہ واپس ائی تو اس کے جسم کی سوزش دور ہو چکی تھی واللہ اعلم بالصواب

مغرب کی نماز ہمیں شہر کی سب سے بڑی جامعہ مسجد میں پڑھنی تھی جہاں مغرب کے بعد میری تقریر کا

اعلان تھا مسجد کو جاتے ہوئے راستے میں قادیانیوں کا ایک مرکز بھی نظر سے گزرا مشہور ہے کہ انہوں نے فجی میں اپنا مشن بڑے زور وشور سے قائم کیا ہوا ہے تقریبا ہر بڑے شہر میں ان کے مراکز موجود ہیں لیکن یہاں کے مسلمانوں نے بتایا کہ الحمدللہ مسلمانوں کی اکثریت ان کی تلبیس سے آگاہ ہو چکی ہے اور ان کا دام فریب زیادہ کارگر نہیں ہے۔

ہم جامعہ مسجد پہنچے تو وہاں مغرب کی اذان سے قبل ہی پارکنگ کی پوری جگہ بھر چکی تھی اور سڑک پر کاروں کی قطار لگی ہوئی تھی مسجد دو منزلہ اور کافی وسیع ہے مگر اس میں تل دھرنے کی جگہ نہ تھی ہمیں بمشکل محراب تک لے جایا گیا اور بہت سے لوگوں نے نماز سڑک پر ادا کی واقعتا فجی کے لحاظ سے یہ غیر معمولی مجمع تھا اور لوگوں کا کہنا تھا کہ اس ملک میں اس سے پہلے مسلمانوں کا کوئی اتنا بڑا اجتماع نہیں ہوا یہاں تقریبا ڈیڑھ گھنٹہ میری تقریر ہوئی جو بفضلہٖ تعالی لوگوں نے دلچسپی اور توجہ سے سنی میں جو پیغام اس ملک کے مسلمانوں کو دینا چاہتا تھا الحمدللہ وہ وہاں پہنچا دیا گیا جس میں ان کے لیے بہت سی عملی تجاویز تھیں اور جو قابل اصلاح امور مجھے اپنے قیام کے دوران نظر آئے تھے ان کی نشاندہی بھی کی نماز عشاء کے بعد عشائیہ پر یہاں کے مختلف طبقہ ہائے زندگی کے حضرات سے ملاقات اور یہاں کے مسائل پر گفتگو ہوئی اور بفضلہٖ تعالی یہ اجتماع اس حیثیت سے کامیاب رہا۔

فجی کے کچھ بااثر حضرات نے مسلمانوں کے معاشی مسائل کے حل کے لیے ایک کواپریٹو تنظیم قائم کی ہوئی ہے میں نے اسی عشائیہ پر انہیں ترغیب دی کہ وہ مسلمانوں کو سود کی لعنت سے نجات دلانے کے لیے کچھ کام کریں چنانچہ انہوں نے اگلے دن نو بجے اس موضوع پر تفصیلی مشورے کے لیے وقت لیا اور صبح نو بجے ان سے اس سلسلے میں مفصل گفتگو رہی جس میں طریقہ کار کے بنیادی خدوخال متعین کیے گئے اور باقی تفصیلات کو مقامی علماء کے مشورے سے طے کرنے کا مشورہ دیا گیا

***

آرزو

مفتی محمد جریر احمد

لکھتے رہیں جو شانِ نبی ہم تمام عمر
آئے نہ پاس اپنے کوئی غم تمام عمر

بس اتنی نعت لکھنی ہے جس کو خدا کہے
لکھا سدا، مسلسل و پیہم تمام عمر

ہیں مختصر سی عمریں اس امت کی اے خدا
پر آرزو ہے نعت، ہر اک دم، تمام عمر

لکھنا ہے ان کے حسن کو الفاظ سے بلند
لکھنا ہے ان کے خلق کو اکرم تمام عمر

لکھنا ہےان کے چہرے کو خالی مثال سے
لکھنا ہے ان کے قول کو محکم تمام عمر

مولا یہی دعا ہے، یہی آرزو ہے بس
پینا ہے مجھ کو نعت کا زمزم تمام عمر

اسعد کو بھی عطا ہو وہ رتبہ مرے خدا
دل جس میں نعت کا بنے محرم تمام عمر

تبصرہ کتب

کتاب کا نام: جامع السیر
مصنف: مولانا یوسف متالا صاحب دامت برکاتہم
(خلیفۂ مجاز حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ)
صفحات: 557
قیمت: 1450، علماء وطلباء کے لیے پچاس فیصد رعایت۔
تبصرہ نگار: مفتی محمد جریر اسعد
معزز قارئین کرام!

سیرتِ طیبہ کا مطالعہ نہ صرف ایمان میں تازگی اور روح میں حرارت پیدا کرتا ہے بلکہ عملی زندگی کے ہر شعبے کے لیے رہنمائی بھی فراہم کرتا ہے، دورِ حاضر میں جہاں سیرت کے نام پر مختلف الانواع مواد دستیاب ہے، وہیں متوازن، منظم اور مستند ہونے کے ساتھ مختصر اور جامع کتب کی کمی محسوس کی جاتی ہے، ایسے وقت میں حضرت مولانا یوسف متالا صاحب دامت برکاتہم کی مایہ ناز تالیف "جامع السیر" نہایت خوش آئند کارنامہ اور علمی دنیا میں ایک وقیع اضافہ ہے۔

مصنف محترم جو کہ دار العلوم العربیہ الاسلامیہ، بری، انگلینڈ کے بانی و شیخ الحدیث ایک معروف شخصیت ہیں، اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کے فیض یافتہ اور خلیفہ مجاز بھی ہیں، ان کی شخصیت کا علمی اور دعوتی رنگ اس کتاب میں جا بجا نظر آتا ہے۔ یہ کتاب محض تاریخی واقعات کا مجموعہ نہیں بلکہ ایک مربی کی طرح قاری کی روح کو سیرتِ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جوڑنے والی تحریر ہے۔

جامع السیر کے موضوعات اس کے نام کی مکمل ترجمانی کرتے ہیں۔ سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہ تمام پہلو جو کسی مکمل سیرت کی کتاب میں ہونے چاہییں، اس میں موجود ہیں: پیدائش، نسب، بچپن، جوانی،

بعثت، ہجرت، غزوات، سیرت باعتبار سنین، عادات و اخلاق، معجزات، صحابہ کرامؓ اور اہلِ بیتؓ سے تعلق، عبادات، دعائیں، اور حتیٰ کہ وہ اشیاء جن سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کچھ بھی تعلق رہا یعنی آپ کی اونٹنیاں، تلواریں اور استعمال کی اشیاء کے نام تک سب کچھ نہایت حسنِ ترتیب اور جامعیت کے ساتھ جمع کر دیا گیا ہے۔ گویا کہ اس مصرع کا مصداق ہے:

دریا بہ کوزہ ہے یا سمندر ہے ہاتھ میں

اس کتاب کی ایک منفرد خوبی یہ بھی ہے کہ مصنف نے وظائف، دعاؤں اور اعمال کو بہترین انداز میں جمع کیا ہے، نیز کئی واقعات کو باحوالہ عربی روایت لکھ کر محفوظ کیا ہے، جو طلبہ اور عوام دونوں کے لیے یادداشت میں آسانی اور روحانی اثر کا ذریعہ بنتے ہیں۔

کتاب کا اسلوب سادہ، واضح، اور پاکیزہ ہے، جس میں علمی ربط بھی ہے اور روحانی چاشنی بھی، جس سے یہ بات روشن ہو جاتی ہے کہ یہ تحریر صرف ذہن سے نہیں، دل سے لکھی گئی ہے۔

مولانا یوسف متالا صاحب نے محض سیرت کے واقعات پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ ان سے عملی اسباق بھی اخذ کیے ہیں تاکہ یہ بات واضح ہو کہ آج کے معاشرے میں سیرت کا فہم محض معلومات حاصل کرنے کا ذریعہ نہیں، بلکہ کردار سازی کا بنیادی ذریعہ ہے، اور یہی پیغام اس کتاب سے خوبصورتی کے ساتھ ابھرتا ہے۔ ہر باب قاری کو درِ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھکا دیتا ہے، اور دل پر دستک دیتا ہے کہ وہ زندگی کے ہر معاملے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوہ کو معیار بنائے۔

جامع السیر کو نہ صرف عوام کے لیے نفع بخش قرار دیا جا سکتا ہے بلکہ یہ مدارس کے اساتذہ و طلبہ، مبلغین اور سیرت پر تحقیقی کام کرنے والوں کے لیے بھی ایک مکمل راہ نما ہے۔ اس کا مطالعہ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جلا دیتا ہے، اور عمل کی راہیں روشن کرتا ہے۔

ہم دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ مصنف کی اس گراں قدر کاوش کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے، اور اسے امت کے لیے رشد و ہدایت کا ذریعہ بنائے۔ یہ کتاب ہر مدرسے کی لائبریری، ہر معلم کی میز، اور ہر متعلم کے مطالعے کی زینت بننے کے لائق ہے۔

❊❊❊

آپ کے مسائل اور ان کا حل

دارالافتاء والتحقیق جامعہ دارالتقویٰ

قادیانیوں سے لین دین کے معاملات کا حکم

سوال: ہم قادیانیوں کے بالکل درمیان میں رہتے ہیں چونکہ وہ بدترین کافر ہیں تو ان کے ساتھ لین دین کے متعلق کچھ فرمائیں کیسا ہے؟ لین دین کی تفصیلات درج ذیل ہیں

یہاں میٹھے پانی کی بہت قلت ہے، کچھ گھروں میں ہے اور وہ گھر قادیانیوں کے ہیں پھر مجبور ہو کر ان کے گھروں سے پانی بھرنا پڑتا ہے اور غریب مسلمان جو یہاں ہیں ان کو یہ رمضان میں راشن دیتے ہیں۔ کیا مجبور لوگ ان سے راشن وصول کر سکتے ہیں؟ اور عید کے دن ہمسائے کی نسبت سے کچھ دیں تو لے لیں؟ اپنا عقیدہ الحمدللہ پکا ہے، ان سے دلی نفرت بھی بہت کرتے ہیں، پر جو دوسرے مسلمان رہتے ہیں، ان کے لیے رہنمائی فرمائیں۔ کئی مرتبہ محلے والے ان کے گھروں سے چینی پتی وغیرہ بھی لے آتے ہیں

جواب: قادیانیوں کے ساتھ لین دین سے مکمل احتراز کریں جہاں تک پانی یا رمضان میں راشن کا مسئلہ ہے تو اپنے علاقے کے مخیر حضرات کو یا ختم نبوت والوں کو متوجہ کریں تا کہ اس کا کچھ نہ کچھ نظم بن سکے۔ عید کے دن کا لین دین کوئی مجبوری نہیں اسی طرح معمولی مقدار میں چینی پتی بھی مسلمانوں کے گھروں سے لی جا سکتی ہے لہذا ان چیزوں کے لینے دینے سے بھی مکمل احتراز کریں۔

فتوی نمبر:19/ 109

قادیانیوں کے ساتھ تجارتی تعلقات قائم کرنا

دبئی میں ہمارا ریسٹورنٹ ہے وہاں پر Pran کمپنی (جو قادیانیوں کی ہے) والے ہمارے ہوٹل میں سامان دیتے ہیں لیکن جو سامان ہے مثلا تیل اور گھی وہ کسی اور کمپنی کا ہے یہ لوگ صرف سپلائی کرتے ہیں۔ آیا یہ لینا ٹھیک ہے یا نہیں؟

الجواب: بسم اللہ حامداً ومصلیاً

قادیانیوں سے حتی الامکان لین دین کرنے سے احتراز کرنا ضروری ہے۔

امداد المفتین (1/850) میں ہے:

سوال: مرزائیوں کے دونوں فریق قادیانی ولاہوری بالیقین مرتد خارج عن الاسلام ہیں یا نہیں؟ اگر ہیں تو مرتد کا کیا حکم ہے؟ مرتدین کے ساتھ اختلاط وبرتاؤ کرنا عوام کو ان کی باتیں سننا جلسوں میں شریک ہونا ان سے مناکحت کرنا، ان کی شادی وغمی میں شریک ہونا، ان کے ساتھ کھانا پینا، تجارتی تعلقات قائم رکھنا ،ان کو ملازم رکھنا یہ امور جائز ہیں یا نہیں؟

جواب: مرزا غلام احمد کا کافر ومرتد ہونا ان کے اقوال وکلمات غیر محصورہ کا غیر محتمل للتاویل ہونا اظہر من الشمس ہو چکا ہے اسی لیے جمہور علماء امت ان کی تکفیر پر متفق ہیں اس کی مفصل تحقیق کرنا ہو تو مستقل رسائل مثل اشد العذاب مصنف مولانا مرتضی حسن صاحب اور القول الصحیح فی مکائد المسیح مصنف مولانا محمد سہول صاحب اور مطبوعہ فتاوی علمائے ہند دربارہ تکفیر قادیانی جس میں ہر جگہ وہ صوبہ کے علماء کے سیکڑوں دستخط تصدیق ہیں ملاحظہ فرمائے جائیں پھر مرزائیوں کے دونوں فرقے قادیانی اور لاہوری اتنی بات پر متفق ہیں کہ وہ اعلی درجہ کا مسلمان بلکہ مجدد محدث اور مسیح موعود تھے وہ ظاہر ہے کہ کسی کافر مرتد کے متعلق بعد اس کے عقائد معلوم ہو جانے کے ایسا عقیدہ رکھنا خود کفر وارتداد ہے اس لیے بلا شبہ دونوں فرقے کافر ومرتد ہیں اور اب تو لاہوریوں نے جو تحریف قرآن اور انکار ضروریات دین کا خاص طور پر بیڑا اٹھایا ہے اس کے سبب اب وہ اپنے کفر وارتداد میں مرزا صاحب کے تابع ہونے سے مستغنی ہو کر خود بالذات ارتداد کے علمدار ہیں اس لیے دونوں فریق سے عام مسلمانوں کا اختلاط اور ان کے باتیں سننا جلسوں میں ان کو شریک کرنا یا خود ان کے جلسوں میں شریک ہونا شادی وغمی اور کھانے پینے میں ان کو شریک کرنا سخت گناہ ہے اور مناکحت قطعا حرام ہے اور جو نکاح پڑھ بھی دیا جائے تو نکاح منعقد نہیں ہوتا بلکہ اگر بعد انعقاد نکاح مرزائی ہو جائے تو

نکاح فورا منسوخ ہو جاتا ہے البتہ تجارتی تعلقات اور ملازمت میں رہنا یا ملازم رکھنا بعض صورتوں میں جائز ہے بعض میں وہ بھی ناجائز ہے اس لیے بلاضرورت شدیدہ اس سے بھی احتراز ضروری ہے۔

فتوی نمبر: 31/192

گناہ کبیرہ کی تعریف اور تعداد

سوال: مجھے گناہ کبیرہ کی قرآن سے تعریف چاہیے یعنی قرآن مجید میں اس کو کیسے بیان کیا گیا ہے۔

اور اگر آپ قرآن کریم میں ذکر کئے گئے کبیرہ گناہوں کی تعداد بھی بتا سکیں تا کہ ان سے محفوظ رہنے کا انتظام رکھیں تو آپ کی مہربانی ہوگی

جواب:

1: قرآن میں گناہ کبیرہ کی تعریف مذکور نہیں اور نہ ہی قرآن پاک میں گناہ کبیرہ کی تعریف کا ہونا ضروری ہے البتہ علماء نے قرآن وحدیث کو سامنے رکھتے ہوئے گناہ کبیرہ کی مندرجہ ذیل تعریف بیان کی ہے۔

جس گناہ پر قرآن کریم میں کوئی شرعی حد یعنی دنیا میں سزا مقرر کی گئی ہے یا جس پر لعنت کے الفاظ وارد ہوئے ہیں یا جس پر جہنم وغیرہ کی وعید آئی ہے وہ سب گناہ کبیرہ ہیں اسی طرح ہر وہ گناہ بھی کبیرہ میں داخل ہوگا جس کے مفاسد اور نتائج بدکسی کبیرہ گناہ کے برابر یا اس سے زائد ہوں اسی طرح جو گناہ صغیرہ جرأت کے ساتھ کیا جائے یا جس پر مداومت کی جائے وہ بھی کبیرہ میں داخل ہو جاتا ہے۔ چنانچہ روح المعانی (5/24) میں ہے:

وقال شيخ الإسلام البارزي: التحقيق أن الكبيرة كل ذنب قرن به وعيد أو حد أو لعن بنص كتاب أو سنة أو علم أن مفسدته كمفسدة ما قرن به وعيد أو حد أو لعن أو أكثر من مفسدته أو أشعر بتهاون مرتكبه في دينه إشعار أصغر الكبائر المنصوص عليها

تفسیر بیان القرآن میں حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''گناہ کبیرہ کی تعریف میں بہت اقوال ہیں جامع تر قول وہ ہے جس کو روح المعانی میں شیخ الاسلام بارزی سے نقل کیا گیا ہے کہ جس گناہ پر کوئی وعید ہو یا حد ہو یا اس پر لعنت آئی ہو یا اس میں مفسدہ کسی ایسے گناہ کے برابر یا زیادہ ہو جس پر وعید یا حد یا لعنت آئی ہو یا وہ براہ تہاون فی الدین صادر ہو وہ کبیرہ ہے اور

اس کا مقابل صغیرہ ہے اور حدیثوں میں جو عدد وارد ہے اس سے مقصود حصر نہیں، بلکہ مقتضائے وقت ان ہی کا ذکر ہوگا۔: معارف القران سورہ نساء آیت 31

گناہ کبیرہ کی تعریف قرآن و حدیث اور اقوال سلف کی تشریحات کے ماتحت یہ ہے کہ جس گناہ پر قرآن میں کوئی شرعی حد یعنی سزا دنیا میں مقرر کی گئی ہے یا جس پر لعنت کے الفاظ وارد ہوئے ہیں یا جس پر جہنم وغیرہ کی وعید آئی ہے وہ سب گناہ کبیرہ ہیں، اسی طرح ہر وہ گناہ بھی کبیر میں داخل ہوگا جس کے مفاسد اور نتائج بد کسی کبیرہ گناہ کے برابر یا اس سے زائد ہوں، اسی طرح جو گناہ صغیرہ جرأت و بے باکی کے ساتھ کیا جائے یا جس پر مداومت کی جائے تو وہ بھی کبیرہ میں داخل ہو جاتا ہے۔

2: قرآن پاک میں کبیرہ گناہوں کی تعداد بیان نہیں ہوئی البتہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مقامات میں بہت سے گناہوں کا کبیرہ ہونا بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ علامہ ذہبیؒ نے اس موضوع پر ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام کتاب الکبائر ہے اس کتاب میں انہوں نے کبیرہ گناہوں کی تعداد تقریبا 77 لکھی ہے۔

***

معجزہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کے خشک تنہ پر خطبہ دیتے تھے، پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر بنوایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے، تو کھجور کا خشک تنہ گابھن اونٹنی کی طرح رونے لگا، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لائے اسے گلے لگایا، اور وہ سسکیاں لے رہا تھا، جس طرح کہ وہ بچہ سسکی لیتا ہے جسے خاموش کیا جا رہا ہو، تب جا کر اس کھجور کے خشک تنہ کو سکون ہوا۔

اخبارالجامعہ

محمد سلیمان

1. مورخہ 5 اگست بروز منگل حضرت رئیس الجامعہ عمرہ کی سعادت حاصل کرنے کے بعد بحمد اللہ بخیر وعافیت لاہور پہنچ گئے۔

2. 7 اگست بروز جمعرات ادارے کی تمام شاخوں کے اساتذہ، عملہ اور بنین طلبہ کو رائے ونڈ تبلیغی مرکز تشریف لے گئے، جہاں سب نے روحانی استفادہ کیا۔ بیانات کے بعد حضرت مولانا خورشید صاحب نے خصوصی نصیحت فرمائی اور اساتذہ کرام نے تبلیغ میں وقت لگانے کے لیے اپنے عزائم وارادوں کا اظہار کیا۔

3. 10 اگست بروز اتوار تمام شاخوں میں سہ ماہی امتحانات کے نتائج کا اعلان کیا گیا، نمایاں پوزیشن حاصل کرنے والے طلبہ کو انعامات سے نوازا گیا۔

4. 13 اگست بروز بدھ شعبہ بنین میں سالانہ بزم کا انعقاد کیا گیا، اس موقع پر کامیاب طلبہ میں انعامات تقسیم کیے گئے۔

5. جامعہ دارالتقویٰ کے تحت ہر سال کی طرح اس سال بھی موسمِ گرما کی تعطیلات میں اسکول وکالجز کے طلبہ وطالبات کے لیے سمر کیمپ کا انعقاد کیا گیا۔ 13 اگست کو اس کورس کی اختتام کیا گیا کورس میں شریک طلبہ وطالبات کو اسناد دی گئیں۔

6. 23 اگست بروز ہفتہ شعبہ حفظ کی تمام شاخوں کے مابین ہونے والے مسابقۂ حفظ کا آخری مرحلہ منعقد ہوا، نمایاں کارکردگی دکھانے والے حفاظ کرام کو نقد انعامات دیے گئے۔

7. 24 اگست بروز اتوار ادارے کے تمام ناظمین کا مشورہ گارڈن ٹاؤن شاخ میں ہوا، جہاں ادارے کے تمام شعبہ جات کی کارگزاری پیش کی گئی اور آئندہ ترقی کے لیے قیمتی آراء سامنے

آئیں۔

8. الحمدللہ، جامعہ دارالتقویٰ نے ہمیشہ کی طرح اس بار بھی اپنے مصیبت زدہ بھائیوں کی امداد کا سلسلہ جاری رکھا۔ 21 اگست کو ادارے کا ایک وفد بونیر، صوابی اور دیگر متاثرہ علاقوں میں گیا، جہاں متاثرین کی دلجوئی کے ساتھ ساتھ نقدی کی صورت میں تعاون بھی کیا گیا۔ ان شاء اللہ، ادارہ اپنے اس عزم پر قائم ہے کہ جن خاندانوں کے مکانات یا مساجد متاثر ہوئیں ان کی تعمیرِ نو میں بھرپور کردار ادا کرے گا۔

تمام قارئین سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کارِ خیر کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے، ہمیں مزید توفیق عطا فرمائے اور ہماری مدد و نصرت فرمائے۔ آمین۔

***

جمال مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالی عنہ نے ارشاد فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم درمیانی قامت کے تھے، دونوں کندھے مبارک کے درمیان کچھ فاصلہ تھا، حضور کے بال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں کان کی لو تک پہنچ جاتے۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سرخ جوڑے میں دیکھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ میں نے کبھی کسی کو حسین نہیں دیکھا۔

کلمۃ الشکر

جامعہ دارالتقویٰ کے زیرِ انتظام تقویٰ سکول سسٹم کے طلبہ نے جماعت نہم (پنجاب بورڈ) کے امتحان میں الحمدللہ بہتر نتائج حاصل کیے۔ شاہدرہ شاخ کے طالب علم **نعمان صدیق بن محمد صدیق تبسم** نے 512 نمبر حاصل کر کے سکول کی سطح پر نمایاں کارکردگی رہی۔

فتاویٰ شامی
مسمّٰی ردّ المحتار
ہر قسم کی دینی و علمی کتابوں کا مرکز
مکتبہ قاسمیہ
قرآن، حدیث، فقہ اور دیگر اسلامی موضوعات پر اعلیٰ کتب
پاکستان سمیت دنیا بھر میں ڈیلیوری کی سہولت!
مناسب قیمت
مستند اور معیاری کتب
فوری ترسیل
ابھی آرڈر کیجیے
0321-4432106
الفضل مارکیٹ ○ ۱۷- اُردو بازار ○ لاہور
0321-4432106 | 042-37232536
مکتبہ قاسمیہ

MONTHLY DAR-UL-TAQWA LAHORE
CPL NO. 338
EMERGENCY APPEAL
2025
سیلاب زدگان
مُسلسل تباہ کن طوفانی بارشوں کے باعث خیبر پختونخواہ، آزاد کشمیر
اور گلگت بلتستان میں ہزاروں خاندان بری طرح متاثر ہوئے ہیں۔
حسب سابق جامعہ دار التقویٰ کے تحت ان کی امداد کا نظم کیا جا رہا ہے
MCB Islamic
Account Title:
DARUL TAQWA TRUST
Account #
1591001820660001
0300-1582792
آن لائن رقم جمع کروانے کی صورت میں مندرجہ بالا نمبر پر سکرین شارٹ لازمی ارسال کریں۔
بصورت دیگر آپ کی بھیجی ہوئی رقم ادارہ کسی بھی دینی اور فلاحی کام میں خرچ کر سکتا ہے۔
شرعی مسائل میں رہنمائی کیلئے Mufti Online +92-300-4113082 ifta4u@yahoo.com
/jamidarultaqwa www.darultaqwa.org +92-3-222-333-224
دار التقویٰ